کیے اور الطاف بے انتہا
نظیر اس سوا کیا کہے سر جھکا
یہ سب تیرے اکرام ہیں یا کریم

نظم نمبر ۲

حمدِ الٰہی (بہ پیرایۂ مناجات)

(۱)
یارب، ہی تیری ذات کو، دونوں جہانمیں برتری
دائم ہی خاص و عام پر لطف و عطا، حفظ آوری
ہی یاد تیرے فضل کو رسم خلائق پروری
کیا انسیان، کیا طائران، کیا وحش، کیا جن و پری
پاتے ہی سب کو، ہر زماں، تیرا کرم اور یاوری

(۲)
تو خالق ارض و سما، تو حاکم قدرت نما
برتر، مقدس، ذوالعلا، بندے ترے شاہ و گدا
ہی حکم تیرا جا بجا، لے عرش تا تحت الثریٰ
دنیا و دیں کی یا خدا، بر حق تجھی کو ہی روا
فرماں روائی، حاکمی، شاہی، خدائی، سروری

(۳)
قدرت نے تیری ہر زماں، لیکر زمیں تا آسماں
مرغوب رنگ آمیزیاں، محبوب حسن آرائیاں
کیا کیا بہاریں کیں عیاں، کیا کیا دکھائیں خوبیاں
تھا، تری صنعت پہ، ہاں ہیں ختم لاریب و گماں
رنگینی، و طرّاحی، و نقاشی، و صورت گرے

(۴)
تونے بنائے سب فلک، پیدا کیے حور و ملک
ہر جا تجلّی اور جھمک، بے انتہا نور اور چمک
انساں صبیح و پُر نمک، حیواں عجائب یک بیک
کہتی ہی دانش انکو تک، ہی یہ بھی قدرت کی جھلک
چمکے ہیں جس سے اسقدر خورشید و ماہ و مشتری

(۵)
تو قادر و سبحان ہی، اقدس معلّا شان ہی
تیرا کرم ہر آن ہی، احسان بے پایان ہی
خالق ہی، اور رحمان ہی، رزّاق اور منّان ہی
ہمکو یہی شایان ہی، جب تک بدن میں جان ہی
ہر آن میں لاویں بجا شکرانۂ و فرمانبری

(۶)
جو جو ہیں تیری قدرتیں، کیا کیا بیان انکا کریں
کیا کیا بنائیں نعمتیں، کیا کیا بنائیں رحمتیں
آتی نہیں کچھ فہم میں، جز یہ کہ انکو تک رہیں
کب شکر انکا کر سکیں، لیکن یہی ہر دم کہیں

یارب، ترا فضل و کرم، لطف و عنایت گستری

(۷)
ہے تو ہی ربّ العالمیں، اور تو ہی خیر الراحمیں — یکتائی ہے تیرے تئیں، ہمسر ترا کوئی نہیں
لے آسماں سے تا زمیں، ہیں سب عباد و تابعیں — ہے یہ نظیر عصیاں قریں، جانے ہے با صدق و یقیں
ہو گی، ترے ہی فضل سے ہر جا مری کھوٹی کھری

نظم نمبر ۴

حمد الٰہی (بہ طرزِ مناجات)

(۱) رسن جذبۂ عوی خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ اور کائنات اسی کی یاد میں مصروف ہے
اس ارض و سماں کے عرصے میں یہ جتنا کھیل رچا ہے — یہ ٹھاٹھ تجھی نے باندھا ہے، یہ رنگ تجھی نے رچا[1] ہے
جیواں، پکھیرو، نر ناری، کیا بوڑھا، بالک بچا ہے — کیا دانا، بینا، ہوش بھرا، کیا بھولا، ناداں، کچا ہے
کل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہے

(۲) خدا کو لوگ مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔
کوئی خالق، باری، ربّ، مولا، رحمان، رحیم، اللہ، تنگری[2] — کوئی الکھ[3] روپ کرتار کہے، نرکار[4]، نرنجن[5]، نردھاری
کوئی رام رام کہہ کر سمرے، کوئی بولے شیو شیو ہری ہری — کوئی داتا، اونت، دیامل، کوئی رجیس، ادیوت جگ دھاری
داتو
کل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہے

(۳) ندی میں بھی خدا ہی کی یاد ہے
دریا و سمندر، جھیل، نہر، ندی، نالے، ڈبرے[6]، جوہڑ[7] — سیپی، گھونگے، کوڑی، سوتی، گھڑیال، اور ناکے[8]، سوس، مگر
جونکیں، بھنیسیں، گوہیں، جھینگے، مرغابی، بطخ، بیل انبر[9] — کیا لاچی، پروی، اور بھنور، کیا کچھ، مچھ، اور کیا جی جنتر[10]
کل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہے

۱ رچنا بنانا۔ ہست کرنا۔ ہستی میں لانا۔ پیدا کرنا۔ مخلوق کرنا۔ منقش کرنا۔ منقوش کرنا۔ مرتسم کرنا۔ ۲ تنگری ترکی میں خدا کو کہتے ہیں ۳ الکھ جو دیکھنے میں نہ آئے۔ ۴ نرنکار۔ پوشیدہ۔ الوپ۔ غائب۔ ۵ نرنجن بری از ہوائے نفسانی و شہوت ۶ ڈبرا یا ڈابر۔ جھیل۔ جوہڑ۔ نشیب جہاں پانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ چھوٹا تالاب۔ غدیر ۷ جوہڑ بارانی تالاب۔ چھڑ۔ جھیل۔ ڈابر۔ تال۔ آبگیر۔ غدیر ۸ ناکا گھڑیال کی قسم کا کوئی جانور ۹ امربیل۔ اکاس بیل۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بن جڑ اور بن پانی ہمیشہ ہری رہتی ہے وہ اس کا مادہ امر قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس کی جڑ آسمان پر ہوتی ہے وہ امبر بیل کہتے ہیں ۱۰ ہندی میں جیو جنتو حشرات الارض کو کہتے ہیں مگر نظیر نے تصرف کر کے جنتو کو جنتر کر دیا ہے جس طرح امربیل کو بیل امر یا ان بان کو بان ان کر لیا ہے یا ممکن ہے کہ بول چال میں جی جنتر ہی ہو۔

عنوان			حاشیہ
(۴) عالمِ نباتات میں بھی خدا ہی کی یاد ہے۔	پھلواری باڑی باغ چمن، ہر سب کو یاد تری ہی بھلی کوئی مالا پھیرے، کوئی سُمرن، ہے سب کے دل میں یاد ڈلی	تو مالی، والی، رکھوالی، کیا برچھہ بیلی کیا پیڑ بلی کیا چوٹی جڑ کیا پھل کونپل، کیا ٹہنی پتا، کلی کلی	
	کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہے		
(۵) عالمِ انسانی میں بھی ہر درجے کے لوگ خدا ہی کی یاد کرتے ہیں۔	ہشیار و دانا مست سٹرا عیار نظر، ناقص، کامل رمّال، نجومی، گھڑیالی، مُلّا، بھمن، پنڈت، عاقل	سردار، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ زیرک، سیانا، ناداں، غافل کیا بید مہندس ابجد داں، کیا عالم فاضل کیا جاہل	
	کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہے		
(۶) عالمِ عادی	سیار، ثوابت، لوح و قلم، جنّاتِ عدن، فردوس، فلک آثار، طبائع قوس وجدی، میزان، اسد، سرطان ہر یک	خورشید سے لے مہتاب تلک، مہتاب سے لے خورشید تلک کیا رضواں غلماں جنّت کے، کیا عرش بریں کیا حور و ملک	بریک
	کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہے		
(۷) اشجار	ہیں دشت، بیاباں، اور وادی، عرصہ، میداں، صحرا، جنگل پیلو، پاکھر، نرما، سینبھل، کچنار، سنبھالو، بڑ، پیپل	ویرانہ، پربت، جھاڑ، شجر، بوٹی، جھاڑی، پیڑ اور جیل کیا ابر ہوا، کیا برق گھٹا، کیا دل بادل کیا جل اور تھل	
	کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہے		
(۸) پھول	رابیل، نگیسر اور مولسری، مدمالت، بیلا اور سمن جائی، جوہی، شبّو، نرگس، سنگار، چنبیلی، یاسمین بدن	دوپہری، گیندا، گل لالہ، نافرماں، کرنا، بان، مدن کیا پھول گلابی گل طرّہ، کیا ڈیلا، بانسہ، سکھ درشن	تمبیسر
	کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہے		
(۹) پھل	انگور، سنگترہ، نارنگی، بر، سیو، سدا پھل، سیتا پھل آم، املی، جامن، ککڑی، بادام، چھوہارے، اور جا پھل	نارنج، جھبنلی اور کولے، کھٹے میٹھے، کمرکھ، کلگل کیا گولر کھٹے مولسری، کیا شفتالو کیا کٹھل بڑھل	سری پھل

ملہ پاکھر ایک بڑے سایہ دار درخت کا نام ہے جس کے پھل کا اچار طحال کے واسطے بہت مفید ہے۔ ملہ ڈیلا یا ڈیلیا ایک پہاڑی درخت کا نام جس کا رنگ سرخ اور بڑا پھول (حاشیہ: [illegible])

ملہ ایک قسم کا درخت جس کے پھولوں میں اکثر شاس نکلتی ہے اور اس کی لکڑی کے کوئلوں کی بارود خوب بنتی ہے۔ ملہ بیا بانسا۔ ملہ بر بیر کا مخفف ہے اور

سیو عوام کی بول چال میں سیب ۔ ملہ گو اصل کتاب میں سدا پھل لکھا ہے مگر میرے خیال میں سری پھل کا نسخہ بہتر ہے۔ سدا پھل وہ درخت جو ہمیشہ پھلوں سے

لدا پھندا رہے۔ ہمیشہ پھل لانے والا درخت ہر سال پھلنے والا درخت۔ سری پھل ناریل ناریل صحرائی۔ بعض جگہ سری پھل بیل کو بھی کہتے ہیں ملہ سیتا پھل شریفہ

کُل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہی

(۱۰) طیور

گرڑھ، پنکھ، کلنگ، اور باز، کوئی سارس، بگلا، کویل، تیتر
سُرخاب، تُرمتی، زاغ، وزغن، سیمرغ، اور سارس، مور، سفر
بہری، لگھڑ، طوطا، مینا، ہدہد، شکرے، باشے، تیتر
کیا بلبل، قمری، لعل، بیا، کیا مکھی، بھنگا، اور مچھر

کُل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہی

(۱۱) چوپائے حشرات الارض

گج[۱] گینڈا، ارنا، شیر، پلنگ، آہو، ہرنی، روبہ، گیدڑ
سیہی، نیولا، سانڈا[۲]، بچھو، افعی، جتیل[۳]، چیتی[۴]، اژدر
گج کوہی، پاڑا[۵] گرگ، چرغ[۶] گرگٹ، چلپاسہ، موش، دگر
کیا جل مانس، کیا بن مانس، کیا ہاتھی، گھوڑا، بیل، شتر

کُل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ہی

(۱۲) انسان

ابدال، قطب، اور غوث، ولی، ہیں دھیان میں تیرے اس کا
کیا گیانی، دھیانی، نارمن، کیا جوگی، جنگم، گرچیلا
تو پالنے والا ہی سب کا، اور سب کا تجھ سے دھیان لگا
کیا شاہ نظیر اور کیا راجا، کیا مفلس، کیا کنگال گدا

کُل عالم تیری یاد کرے، تو صاحب سب کا سچا ہی

دوسری فصل نعت

نظم نمبر ۵

محمدؐ مصطفےٰ کی نعت (پیرایۂ خطاب)

(۱)

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
سرگروہِ مسلمیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
قبلۂ اہل یقیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

رحمۃ للعالمیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(۲)

آسماں تم نے شبِ معراج کو روشن کیا
عرش و کرسی کو قدم اپنے سے دے نور و ضیا
رنگ و بوِ گلشنِ جنت کے بڑھائی بڑھا
جس جگہ وہم ملائک کو نہیں ملتی ہے جا

واں کے تم مسند نشیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

[۱] گج ہندی زبان میں ہاتھی کو کہتے ہیں [۲] سانڈا گوہ کی قسم کا ایک جانور جس کا تیل طلا یا گٹھیا کے واسطے نکالا جاتا ہے [۳] جتیل ایک قسم کا ابلق موٹا سانپ [۴] چیتی سانپ کی ایک قسم [۵] پاڑا ہرن کی قسم کا ایک صحرائی شکار [۶] چرغ ایک درندے کا نام جسے مینڈوا یا لگڑ بگا بھی کہتے ہیں۔ ایک شکاری پرند جسے عربی میں

(۳)
ہے تمھاری پُشت پر مہرِ نبوّت کا نشاں
معجزے جو ہیں تمھارے اُنکا کب ہووے بیاں
اور تمھارا وصف ہے طٰہٰ و یٰسین میں عیاں
کشورِ اعجاز جو ہے اُس کے تم با عزّ و شاں
صاحبِ تاج و نگیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(۴)
تمکو ختم الانبیا حق بھی حبیب اپنا کہے
کس نبی کو یہ مدارج ہیں تمھارے سے ملے
اور سدا روح الامین آوے ادب سے وحی لے
ہے نبوّت کا جو اقدس بحر تم اُس بحر کے
گوہرِ یکتا تمھیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

بس

(۵)
ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن
باعثِ خلق اُن کے ہو تم یا حبیب ذو المنن
جسمیں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صُنعِ خالق کے جتن
اور اک مطلع پڑھوں میں یُمن سے جس کے سخن
سو سعادت کے قریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

مطلعِ ثانی

(۱)
تم ظہورِ اوّلیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
وجہِ قرآنِ مبیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
ہمدمِ جاں آفریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
نزہتِ بستانِ دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
زینتِ خُلدِ بریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(۲)
احمدِ مختار ہو تم یا شہِ ہر دو سرا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کی رکھو بنا
ہے تمھارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکان کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(۳)
آپ کے نقشِ قدم سے جو مشرف ہو زمیں
رازِ تو خلقت کے تم کو ہی کھُلے ہیں شاہِ دیں
دیکھتا ہے اُس کی رفعت رات دن عرشِ بریں
اور جو جو کچھ کہ ہیں اسرارِ ربّ العالمین
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(۴)
آپ کا فضل و کرم کونین میں مشہور ہے
حشر میں گرچہ سزا ملنے کا بھی دستور ہے
اور تمھیں ہر طور سے لطف و کرم منظور ہے
کیا ہوا لیکن دل اس اُمید سے مسرور ہے

تم شفیع المذنبیں ہو یا محمد مصطفےٰ

مخبرِ و صادق ہو تم اور حضرتِ خیر الوریٰ　　سرورِ ہر دو سرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ لطف و عطا　　کیا نظیرؔ اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا

یاں بھی تم واں بھی تمھیں ہو یا محمد مصطفےٰ

تیسری فصل فضائلِ کلمہ نظم نمبر ۶ — کلمے کی خوبیاں

(۱)
رکھ اپنے دل میں اے آدم کے بن کلمہ محمد کا　　اور اپنی انگلیوں اوپر بھی گن کلمہ محمد کا
پڑھتے ہیں سب پری اور دیو جن کلمہ محمد کا　　مسلماں ہو تو مت بھول ایک چھن کلمہ محمد کا

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

(۲)
پیارے، یہ کلمہ طیب تو شفیع المذنبیں کا ہے　　خدا کے دوست برحق رحمۃ للعالمیں کا ہے
محمد مصطفےٰ یعنی کہ ختم المرسلیں کا ہے　　بھروسا آسرا تکیہ بھی یہ دنیا و دیں کا ہے

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

(۳)
اسی کلمے سے کھلتا ہے سدا جنت کا ہر اک در　　یہی کلمہ لکھا ہے عرش اور کرسی کے ماتھے پر
اسی کلمے کو پڑھتے ہیں چمن کے پھول سب کھل کر　　یہ سب کلموں سے ہے بہتر، یہ سب کلموں سے ہے برتر

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

(۴)
اسی کلمے کے نور سے خورشید کہلاتا ہے نورانی　　اسی کلمے کے باعث چاند کی روشن ہے پیشانی
اسی کلمے کے باعث دین و دنیا میں ثنا خوانی　　اسی کلمے کو پڑھتے ہیں فلک ارض اور پون پانی

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

(۵)
اسی کلمے سے ہیں اے دل زمین و آسماں روشن　　مہ و خورشید، تارے عرش و کرسی، لامکاں روشن
اسی کلمے سے ہیں جنت کے باغ اور باغباں روشن　　غرض جنت تو کیا اس سے تو ہیں دونوں جہاں روشن

پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمد کا

ل ساعت - ایک مقدار زمانے کی جو پل سے بھی کم ہے ترتیب یوں ہے پو گھڑی - پل پچھن پس اس حساب سے چھن گویا سکنڈ یا ثانیئے کا مرادف ہے پون ہوا - سودا دیتے لگاؤ کہتا ہو وسے رواں و یا یاد بان باندھ پون کے او

(۶)
یہ وہ کلمہ ہے جس کا ہو رہا ارمان نبیوں کو
اسے حور و ملک غلماں پڑھیں ہیں ہر سحر منہ دھو
اسی کلمے کے پڑھنے سے گئے ہیں لوگ عارف ہو
وہ بیشک جنتی ہیں ایک باری جو پڑھیں اسکو
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۷)
اسی کلمے کے برکت سے تو اب یاں بھی سلامت ہے
پڑھے گا جو اسے اُس کا دل و جاں بھی سلامت ہے
اگر یاں سے تو جاویگا تو پھر واں بھی سلامت ہے
اُسی کی عاقبت بھی خیر و ایماں بھی سلامت ہے
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۸)
چلے گا جس گھڑی تو چھوڑ کر یہ عالمِ فانی
نکیر و منکر آکر جب کریں گے تجھپہ طغیانی
پڑے گا قبر کے جا کر اندھیرے میں ہو زندا [illegible] نی
یہی کلمہ کریگا واں تری مشکل کی آس [illegible] انی
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۹)
اسی کلمے نے عزرائیل کی ہیبت کو ٹالا ہے
پڑیگا قبر کا تجھپر میاں، وہ دن جو کالا ہے
اسی کلمے نے تنگی کو لحد کی کھول ڈا [illegible] لا ہے
یہی کلمہ ترا واں بھی اندھیرے کا [illegible] اُجالا ہے
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۰)
صفِ محشر میں جب وحشت کا تجھپر وار اُترے گا
گناہوں کا ترا جتنا ہے بوجھ اور بھار اُترے گا
یہی کلمہ ترا اُس جا رفیق و یار اُتر [illegible] ے گا
اسی کلمے کی دولت سے میاں [illegible] ار اُترے گا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۱)
میاں، جب پل صراط اوپر تو اپنا پیر ڈالے گا
لگے گا جب وہاں گرنے تو یہ کلمہ بچالے گا
تو وہ تلوار کی ہو دھا [illegible] ریرا پانوں کہاں لے گا
یہی بازو پکڑلے گا [illegible] ی تجھکو سنبھالے گا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۲)
سوا نیزے کے اوپر جبکہ ہوگا آفتاب آیا
پڑے گا جب ترے تن پر بھی شعلہ اُس کا گرایا
ہر اک گرمی کی تابش [illegible] سے پھرے گا سخت گھبرایا
یہی کلمہ چھتر تنکر [illegible] ے گا تجھپہ واں سایا
پڑھا کر صدقِ دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۳)
تلیں گے جب وہاں سب کے عمل میزان کے پلّے پر — جو ہلکے ہیں پڑیں گے آتشیں گرز اُنکے کلّے پر
تجھے تو لیں گے جس دم اُس ترازو کے محلّے پر — یہی کلمہ میاں، واں بھی ترے ہووے گا پلّے پر

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۴)
جو پورے ہیں میاں اُن کی تو ہوگی گرم بازاری — کمی ہے جنس جس کی اُس کی ہوگی واں بڑی خواری
ترا پلہ بھی جب کرنے لگے گا واں سبک ساری — یہی کلمہ بناوے گا ترے پلّے کو واں بھاری

ف: جلکی اُنکی

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۵)
پڑیگا تشنگی کا شور اُس میدان میں جب آکر — پھریں گے پانی پانی کرتے مارے پیاس کے اکثر
تری بھی جب لگے گی سوکھنے تالو زباں یکسر — یہی کلمہ تجھے پانی پلاوے گا، میاں بھر بھر

ف: العطش

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۶)
یہی کلمہ تجھے دیدار حق کا بھی دکھاوے گا — محمدؐ کی شفاعت سے بھی تجھکو بخشواوے گا
بہشتی کرکے حلّے نور کے تجھکو پنہاوے گا — بڑی عزت بڑی حرمت سے جنت میں لیجاوے گا

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۷)
یہی کلمہ تجھے واں جام کوثر کا پلاوے گا — یہی کلمہ تجھے گلزار جنت کا دکھاوے گا
یہی کلمہ ترا مُنھ چاند سا روشن بناوے گا — یہی کلمہ ترے ہر وقت پر واں کام آوے گا

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۸)
یہی کلمہ نجات اور مغفرت کا ہے ترے چارا — اسی کلمے سے ہوگی روح تیری عرش کا تارا
اسی کلمے سے ہے ہم تم سب گنہگاروں کا چھٹکارا — اسی کلمے سے ہوگا دین اور دنیا کا نستارا[۱]

ف: ہم تم

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

(۱۹)
میاں اب یہ جو کلمہ ہے تو حق کی خاص رحمت ہے — یہ صدقے سے رسول اللہ کے ہم پر عنایت ہے
اسی سے یاں نظیر عزت اسی سے واں شفاعت ہے — یہی سب مومنوں کے واسطے افضل عبادت ہے

[۱] نستارا یعنے چھٹکارا۔ عقائد ہنود کے مطابق عذاب تناسخ سے نجات۔ مسلمانوں کے عقائد کے مطابق محض عذاب سے نجات۔

پڑھا کر صدق دل سے رات دن کلمہ محمدؐ کا

چوتھی فصل - مناقب

نظم نمبر ۷

حضرت علی کا معجزہ

مظلوم شیرنی کا انصاف

(۱)
سنتے ہو اے علی کے محبان دوستدار
ایک معجزہ میں کہتا ہوں اُس شہ کا آشکار
ہر تازہ واردات یہ از نقل روزگار
تھا کوئی شخص دولت و حشمت میں نامدار
اک روز وہ گیا تھا کہیں کھیلنے شکار

(۲)
جس دشت میں شکار کو گذرا تھا وہ غنی
واں ایک شیر رہتا تھا اور اُسکی شیرنی
تھا ایک چشمہ پانی کا اور سبز تھی بنی
دو بچے اُس بنی میں تھی وہ شیرنی جنی
دس بیس روز کے تھے ابھی طفل شیر خوار

(۳)
بچوں کو اپنی چھاتی پہ رکھے وہ بے زباں
دونوں کو میٹھی دودھ پلاتی تھی شادماں
بندوق کی جو آئی صدا اِس میں ناگہاں
نر مادہ دونوں بھاگ گئے ہو کے نیمجاں
بچے اکیلے رہ گئے جنگل میں بیقرار

(۴)
القصہ جب شکار سے فارغ ہوا وہ شاہ
ناگاہ دونوں بچوں پر اُس کی پڑی نگاہ
رکھوا کے اُنکو اونٹ پہ جلدی سے خواہمخواہ
لی اُس شکار گاہ سے پھر اپنے گھر کی راہ
محلوں میں اپنے آن کے اُسنے لیا قرار

(۵)
جب آئے شیر و شیرنی با حالت تباہ
اور دونوں بچے گھر میں نہ آئے اُنھیں نگاہ
وہ شیر کھا کے غش گرا اک بار کر کے آہ
اور شیرنی نے لی نجف اشرف کی ڈھونڈنیں راہ
واں سے
سر پیٹتی چلی وہ بیاباں سے سوگوار

(۶)
القصہ کتنے روز میں وہ شیرنی غریب
بھوکی، پیاسی، پھیرتی ہونٹوں پہ خشک جیب

شوہر سے چھوٹی اور ہوئی بچوں سے بے نصیب　　آ پہنچی یک بیک نجف اشرف کے عنقریب
بچوں سے اپنے سر پہ اُڑاتی ہوئی غبار

(۷)
بازار میں نجف کے جب آئی وہ نیم جاں　　ہر اک دُکان سے وانکی اُٹھا شور اور فغاں
کوئی پکارا دوڑیو کوئی پکارا ہاں　　ہیبت سے اُسکی چھپنے لگے پیر اور جواں
چاروں طرف سے دُھوم مچی آ کے ایک بار

(۸)
وہ تو کسی طرف کو نہ گھر کی بتاتی تھی　　نے مُنھ کو موڑتی تھی، نہ پنجہ اُٹھاتی تھی
آنکھوں سے اُس ہجوم میں آنسو بہاتی تھی　　شاہِ نجف کے روضے پہ فریادی جاتی تھی
لوگ اُسپر اپنے خوف سے کہتے تھے مار مار"

(۹)
جس دم وہ پہنچی حیدر صفدر کے در تلک　　دربان اُس کے خوف سے یکسر گئے سرک
داخل ہوئی وہ روضۂ انور میں یک بیک　　رونے لگی وہ سامنے سر کو ٹیک ٹیک
آنسو کی دونوں آنکھوں سے بہنے لگی قطار

(۱۰)
آنکھوں سے اُسکی آنسو کی ندی جو بہتی تھی　　بچوں کا داغ اپنے کلیجے پہ سہتی تھی
کچھ مُنہ سے شور کرتی تھی کچھ دیکھ رہتی تھی　　گویا وہ شہ سے اپنی زباں میں یہ کہتی تھی
بچے مرے دلا دیجے یا شیر کردگار

(۱۱)
روتی تھی یوں وہ شیرنی آنسو بہا بہا　　مظلوم جیسے روئے ہے عادل کے پاس آ
اور کچھ زباں سے اپنی سُناتی تھی بلبلا[۱]　　نکلے تھی آغا آغا کی مُنہ اُسکے سے صدا
کہ آغا آغا درد سے روتی تھی زار زار

(۱۲)
فریادی بنکے ساقیِ کوثر کے سامنے　　محتاج بنکے صاحب قنبر کے سامنے
یوں دیکھتی تھی روضۂ انور کے سامنے　　مظلوم جیسے آن کے داور کے سامنے
کرتا ہو اُسکے حکم کا رہ رہ کے انتظار

[۱] بلبلانا شور مچانا ـ اونٹ کی طرح بلبلانا شور و فریاد کرنا ـ دل سے فریاد کرنا ـ

(۱۳)
لوگوں کے دل سے جب تو ہوا خوف اُس کا کم – سب اُس کے پاس آن کے ہو بیٹھیں تھے اُس کا غم
ہر آن اپنے سر کو ٹپک کر کے چشم نم – بچوں کو اس طرح وہ اُٹھاتی تھی دمبدم
فریادی داد مانگے ہے جوں ہاتھ کو پسار

بچشم نم

(۱۴)
فریاد وہ تو مانگے تھی آ غا سے جھوم جھوم – یعنی فلک نے مجکو دکھایا یہ روزِ شوم
اِس بات سے تمام نجف میں پڑی یہ دھوم – گرد اُس کے مرد و زن کا ہوا آن کے ہجوم
حیرت میں تھے تمام، چہ ناداں، چہ ہوشیار

ان کر

(۱۵)
کوئی پانی اُس کے واسطے، کوئی کھانا لاتا تھا – لیکن اُسے تو رد نے سوا کچھ نہ بھاتا تھا
بچوں کا داغ ہوش سب اُس کے اُڑاتا تھا – جو اُس کو دیکھتا تھا اُسے رونا آتا تھا
ایسی طرح سے سر کو ٹپکتی تھی بار بار

(۱۶)
جب تین دن وہ شیرنی بھوکی پڑی رہی – ناچار اُن شریفوں نے دیکھ اُس کی بیکلی
جس طرح واں قدیم سے کہنے کی راہ تھی – اُس طرح سے جنابِ مقدس میں عرض کی
با سینۂ الم کش و با چشم اشکبار

لاچار

(۱۷)
آئی ندا، یہ شیرنی دیتی دُہائی ہے – اک شخص کے یہ ظلم و ستم کی ستائی ہے
بچوں نے اُس کے قید کی آفت جو پائی ہے – سو اب ہمارے روضے پہ فریادی آئی ہے
کل اُس کا بھید ہووے گا تم سب پہ آشکار

(۱۸)
یاں تو شریف کو یہ عنایت ہوا جواب – واں جا پلنگ اُلٹ دیا اُس کا بعین خواب
فرمایا وہ جو شیر کے بچے ہیں دل کباب – بھجوا دے اُنکو شہر نجف میں تو کل شتاب
ورنہ تو اس گنہ سے بہت ہو گا شرمسار

(۱۹)
ماں اُن کی اُن کے واسطے آنسو بہاتی ہے – اور تین دن ہوئے ہیں نہ پیتی، نہ کھاتی ہے
فریادی ہو کے روتی ہے اور غل مچاتی ہے – غش ہو ہمارے روضے میں جی کو کھپاتی ہے
جلدی سے اُنکو بھیجدے کر اُونٹ پر سوار

(۲۰)
وہ تھرتھرا کے کانپ اُٹھا اور ہو کے عذرخواہ
بولا نجف تو پندرہ دن کی ہے یاں سے راہ
جانا یہ اُس نے یہ ہیں شہنشاہِ دیں پناہ
بھجوا دوں کس طرح سے اُنھیں کل میں پُرگناہ
اِتنا تو اِس غلام میں کب ہوگا اختیار

(۲۱)
تب حکم یہ ہوا اُسے جس وقت ہو سحر
بھجوا دے اپنے شہر کی آبادی سے اُدھر
جلدی سے دونوں بچّوں کو رکھوا کے اُونٹ پر
جب پہنچیں گے یہ شہر کے دروازے کے اوپر
واں پیدا ہوگا غیب سے اک ناقہ سوار

اک ناقہ باسوار

(۲۲)
ہوتے ہی صبح اُسنے منگا کر وہ دو بچے
جب لوگ آئے شہر کے دروازے کے کنے
رکھوا کے ایک اُونٹ پہ جلدی رواں کیے
کیا دیکھیں ایک شخص کو واں آدھی رات سے
ہے منتظر وہ اُونٹ کی پکڑے ہوے مہار

(۲۳)
جاتے ہی دونوں بچے اِنھوں نے اُسے دیے
وہ اُن بچوں کو لے کے چلا اِس شتاب سے
با احتیاط سونپ کے پھر شہر کو پھرے
آپہنچا اُس مکان میں اک پہر دن چڑھے
یکبار اُس کا شہرِ نجف میں ہوا گذار

شتابی

(۲۴)
بچوں کے آنے آنے کی جب غل ہوئی کروڑ
جب لا کے اُس کے سامنے بچّے دیے وہ چھوڑ
وہ شیرنی بھی تکنے لگی اپنے مُنھ کو موڑ
یوں خوش ہو چاٹنے لگی اُلفت کی کر جھنجھوڑ
انسان جیسے کرتا ہے بچوں کو اپنے پیار

(۲۵)
بچّے بھی دوڑ ماں کے گلے سے لپٹ گئے
چھاتی پہ لوٹ لوٹ کے جا دودھ سے لگے
یوں جیسے کوئی دور کا بچھڑا ہوا ملے
اُس شیرنی کے جیسے کلیجے میں داغ تھے
ویسی ہی اُس کے مُنھ پہ خوشی کی ہوئی بہار

(۲۶)
جب اُس نے بچّے پائے تو ہو کر وہ شادماں
روضے کے سات بار تصدق ہوئی وہاں
بچّوں سمیت اُٹھ کے وہ حیوان بے زباں
پھر آستانہ چوم ہوئی واں سے وہ رواں
جلد پہنچی اپنے دشت میں خوش ہو کے ایک بار

(۲۷)
شیرِ خدا کے عدل کی یہ دیکھ رسم و راہ
انصاف ایسا چاہیے ای شاہِ دیں پناہ
خلقت تمام واں کی پکاری یہ واہ واہ!
حامی و منصف اور نہیں کوئی تم سا شاہ
ہی ختم تم پہ عدل و حمایت کا کاروبار

(۲۸)
حیواں تمھارے لُطف سے جو وقت ہووین شاد
جیسے تمھارے در سے ملی شیرنی کی داد
انسان پھر مکان سے رہیں کیونکہ نامراد
احسان ایسے ایسے بہت ای کرم نہاد
ہیں گے تمھارے صفحۂ عالم میں یادگار

(۲۹)
ای شاہ یہ نظیر تمھارا غلام ہی
عاصی ہی پُر گناہ ہی اور ناتمام ہی
رکھتا سوا تمھارے کسی سے نہ کام ہی
دن رات اسکا آپ سے اب یہ کلام ہی
"رکھ لیجو میری آبرو یا شیرِ کردگار"

نظم نمبر ۸ حضرتِ علی کی منقبت

(۱)
علی کی یاد میں رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
علی کی مدح کا پڑھنا کرامت اس کو کہتے ہیں
علی کا وصف کچھ کہنا سعادت اِس کو کہتے ہیں
علی کے نام کا لینا حلاوت اِس کو کہتے ہیں
علی کی حب میں مرجانا شہادت اس کو کہتے ہیں

(۲)
اُسی کو سر جھکا سجدہ کیا خورشیدِ انور نے
اُسی کو لحمک لحمی کہا جانِ پیمبر نے
اُسی کو لافتی ہر دم کہا اللہ اکبر نے
اُسی کو دمک دمی کہا اُس شاہِ برتر نے
خدا و مصطفٰے سے ہم قرابت اس کو کہتے ہیں

(۳)
کیا مولا سے میرے گر کسی نے اک سوال اگر
اگر کچھ زر کی خواہش کی تو بخشے اس قدر گوہر
جو مانگا اک شتر اس کو دلائے سیکڑوں اشتر
کہ اُس کا گھر بھرا اور اُس کے ہمسایوں کا گھر باہر
کریم و اہلِ ہمت میں سخاوت اس کو کہتے ہیں

(۴)
امیرالمومنین گر دشت میں پڑھنے نماز آوے
صفیں حور و ملک غلماں و جن و انس کی لاوے
وہیں قامت کے کہنے کے لیے جبرئیل آ جاوے
مرا مولا ہر اک سجدے میں وصلِ حق ہی دکھلاوے

نبوّت کے جو مالک ہیں امامت اس کو کہتے ہیں

(۵) اُسی نے ایک حملے سے گرایا باب خیبر کا
چہ بیر العلم میں کُود کر دیووں کو جا مارا
کروڑوں کافروں سے جا لڑا وہ اک تنِ تنہا
ہزاروں پہلوانوں سے کبھی اپنا نہ مُنھ موڑا

بہادرِ بے بدل، کیا شجاعت اس کو کہتے ہیں

(۶) کہا اُس شاہ نے "روزِ قیامت میں جو آؤں گا
کھڑا ہو عرش کے آگے سبھوں کو بخشواؤں گا
وہاں عرصات میں اپنے محبّوں کو جو پاؤں گا
پلا کر جامِ کوثر سب کو جنّت پہنچاؤں گا"

علی کے دوستو سُن لو شفاعت اس کو کہتے ہیں

(۷) نظیر آوے وہ دن جو شاہ کو سب دوستاں دیکھیں
اور اب دُنیا میں آنکھوں سے نجف کا آستاں دیکھیں
تو پھر حسنین کے صدقے سے اُن کو ہم بھی واں دیکھیں
سروں پر اپنے وہ دامانِ عالی سائباں دیکھیں

قسم ایمان کی ہم عینِ راحت اس کو کہتے ہیں

نظم نمبر ۹

حضرت علی کی منقبت

تضمین

(۱) نورِ ظہورِ خالقِ اکبر کو کیا لکھوں؟
دریائے معرفت کے شناور کو کیا لکھوں؟
روحِ روانِ جسمِ پیمبر کو کیا لکھوں؟
دونوں جہاں کے گوہرِ انور کو کیا لکھوں؟

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں

(۲) گر نور اُس کا دیکھ کہوں شمس اور قمر
تارے تو جوں ستارے ہیں اُس کفشِ پا پر
وہ اُس کا ذرّہ نور کا وہ اُس کا فیض بر
اور قطب بھی تو اُس سے ہی قائم ہے بے خطر

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں

(۳) گر فی المثل میں اُس کو کہوں روضۂ جناں
اور جو بھلا میں خوبیِ رضواں سے دوں نشاں
جھکتی ہیں بارِ عجز سے جنّت کی ڈالیاں
سو وہ بھی اُس کے باغ کا ادنیٰ ہے باغباں

یارِ عجز

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں؟

(۴)
اور جو کہوں کہ چشمۂ آبِ حیات ہی | یا خضر ہی، تو یہ کوئی کہنے کی بات ہی؟
اُس کے عرق سے جسم کے یہ قطرہ جات ہی | اور اُس کی اُس کے فضل سے یارو نجات ہی

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں؟

(۵)
اُس شاہ کے اگر لب و دندان کی صفا | کہوے کوئی کہ لعل و گہر ہیں یہ بے بہا
سو وہ تو صدقے ہو کے رہا خاک میں گڑا | اور یہ بھی ہو نثار سدا آب میں رہا

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں؟

(۶)
شاہا تری جو مدح بناتا ہی اب نظیر | تیرے سوا کسی کا کہاتا ہی کب نظیر
لیکن قلم کو ہاتھ لگاتا ہی جب نظیر | صلوات پڑھ کے یہ ہی سناتا ہی تب نظیر

حیرت میں ہوں کہ حیدرِ صفدر کو کیا لکھوں؟

نظم نمبر ۱۰

حضرت علی کی منقبت

بشمولِ پنج تن پاک

(۱)
کروں کیا وصف میں اُن کا الم ناک | کہ جن کی شان میں آیا ہی لولاک
پھرا جو عرش اور کرسی پہ چالاک | کہاں وہ اور کہاں میرا یہ ادراک

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۲)
محمّد رحمۃ للعالمیں ہی | حبیب حق شفیع المذنبیں ہی
رسول پاک ختم المرسلیں ہی | کوئی ایسا خدائی میں نہیں ہی

لگا تحت الثریٰ سے تا بہ افلاک

(۳)
محمّد اور علی یاقوتِ احمر | دُرِ بحرِ خدا خاتونِ اطہر
زمرّد لعل ہیں شبیّر و شبّر | جواہر خانۂ قدرت کے اندر

یہی پانچوں گہر ہیں پنجتن پاک

(۴) انھیں کے واسطے خلد عدن ہی
جنھیں ان کی محبت کا چلن ہی
انھیں کے واسطے نہر لبن ہی
بہشتی حُلّہ اور اُن کا بدن ہی

سدا سیر بہشت اور سایۂ تاک

(۵) جسے اُن کی محبت پل بہ پل ہی
جو کوئی اُن کی اُلفت میں دغل ہی
اُسی کو دین اور دُنیا کا پھل ہی
تو اُس مرتد کی یار و یہ مثل ہی

کہ جلیسے لیوے طوبی بیچکر ڈھاک

لیوے جیسے

(۶) علی جو شہسوارِ لافتا ہی
فلک ہیبت سے اُس کی کانپتا ہی
امیر المومنیں شیرِ خدا ہی
علی جو صفدرِ روزِ وغا ہی

کہ جس کی شرق سے ہی غرب تک دھاک

(۷) علی رضہ ہی قاتلِ کفّارِ گمراہ
نبی کا قوّتِ بازو ید اللّٰہ
علیؑ کا حُکم ہی ماہی سے تا ماہ
اُٹھا دے چرخ کی گردش تو واللّٰہ

ابھی تھم جاوے دم میں چرخ کا چاک

(۸) علی نے مہد میں چیرا ہی اژدر
اُلٹ ڈالا ہی اک حملے سے خیبر
علی نے کاٹ ڈالے عمر و عنتر
خواص اشیا کا پھیرے گروہ سرور

تو ہو تریاک زہر اور زہر تریاک

(۹) علیؑ کو مصطفٰے نے جی کہا ہی
علیؑ کو لحمک لحمی کہا ہی
علیؑ کو جسمک جسمی کہا ہی
علی کو روحک روحی کہا ہی

یہ سمجھے وہ خدا دے جس کو ادراک

(۱۰) علیؑ کو خاص نسبت ہی نبیؐ سے
وہ دونوں ایک تن اور ایک جی سے
نبی کو راہ دل میں ہی علیؑ سے
کسی کو تاب کیا غیر از علیؑ سے

کی تن میں

جو پہنے مصطفےٰ کے تن کی پوشاک

(۱۱)	علی کو جو کوئی پہچانتا ہی جو ان میں کچھ تفاوت جانتا ہی	برابر مصطفےٰ کے مانتا ہی وہ اپنے خاک سر پر چھانتا ہی

لگائی اُسنے دوزخ کی مگر تاک

(۱۲)	علی کی دوستی میں جو مرے گا علی کے بغض میں جو جان دے گا	اُسی کو باغ جنت کا ملے گا وہ ملعوں دوزخ اندر یوں جلے گا

کہ جیسے آگ پر جلتا ہی خاشاک

(۱۳)	جسے وصف علی کچھ سالتا ہی جو انکا بغض دل میں پالتا ہی	اُسی کو دوزخ آخر ڈھالتا ہی گویا بھر بھر کے ڈلیاں ڈالتا ہی

وہ اپنے دین اور ایمان میں خاک

(۱۴)	جو رکھّے دُشمنی حیدر سے یک مو جو لے سُبکی سے نامِ مرتضےٰ کو	وہ بیشک ہی سیہ دل اور سیہ رو نہ جاوے اُس شقی کے مُنھ سے بدبو

کرے گر شاخ سے طوبےٰ کی مسواک

(۱۵)	پڑھوں جبدم مناقب میں علی کا جو اس اُڑ جاوے ہر اک ناصبی کا	پھٹے سینہ مخالف خارجی کا دھڑک جاوے کلیجہ مُدّعی کا

عدو کا دم میں ہو جاوے جگر چاک

(۱۶)	رہوں یاں جب تلک رکھ میری عزّت پھر آوے جس گھڑی روزِ قیامت	مروں تو کچھ نہو مجکو اذیت نظیر اپنے کی واں بھی رکھیو عزت

خداوندا بحق پنجتن پاک

۵۱ سالنا ۔ سوراخ کرنا ۔ چھیدنا ۔ تکلیف دینا ۔ آزار پہنچانا ۔ ۵۲ اپنے سانچے میں ڈھالتا ہی یعنے پہلے آگ میں گلاتا ہی پھر مصیبت کے نئے نئے قالب میں ڈھالتا ہی ۵۳ ڈلیا چھوٹی ٹوکری مٹی پھینکنے کی ۔

نظم نمبر ۱۱

خیبر کی لڑائی

(۱)
ہو کیوں نہ بُرا غم سے خوارج کا دہاڑا؟
گھر طیشِ مخالف کا رہے کیوں نہ اُجاڑا؟
جڑ پیڑ سے کفران کا نہ کیوں جائے اُکھاڑا؟
"لے نام علیؑ" جب کہوں للکار جباڑا[۱]
دریائے فلک کا بھی ڈہل جائے کراڑا

عیشِ

(۲)
پہلے تو پیمبر سے لڑا تھا وہ کڑک کے
چُھٹ جائیں وہاں سام و نریمان کے چھکے
رستم کے تئیں ٹوک لے، دے زال کو دھکے
ہیں شاہ کی جرأت کے جہاں دُھوم دھڑکے
نیزوں کے تئیں آن کے میدان میں گاڑا

(۳)
دُکھتی تھی مرے شاہ کی جب آنکھ سراسر
اس واسطے گھر چھوڑ گئے اُن کو پیمبر
پیش آیا جبھی معرکۂ قلعۂ خیبر
اور آپ نبی لے کے چلے دین کا لشکر
جھنڈوں کے تئیں آن کے میدان میں گاڑا

(۴)
دن رات مچی آن کے خیبر کی لڑائی
لے نادِ علی حق نے پیمبر کو بھجائی
اور فتح کئی روز تلک ہاتھ نہ آئی
جبریل نے یہ بات وہیں آن سنائی
یہ گڑھ تو کسی طرح نہ جاوے گا اُکھاڑا

(۵)
اور یوں ہی بہت روز تلک تم سے لڑے گا
پامال نہ ہو، خاک میں ہر گز نہ گڑے گا
لشکر پہ لڑائی کا بڑا بوجھ پڑے گا
جب تک نہ علیؑ آن کے اس گڑھ پہ چڑے[۲] گا
یہ گڑھ تو اُسی شاہ سے جاوے گا اُکھاڑا"

[۱] جباڑا کوئی لفظ متداول کتبِ لغت میں نہیں۔ غالباً یہ جبھاڑا کا آزادانہ لہجہ ہے۔ جبھاڑا جبھ سے بنا ہے اور اس کے معنی ہیں وہ شخص جو نہایت زبردست زبان رکھتا ہو۔ فصیح۔ گویا۔ بڑا بولنے والا۔ بڑا غُل مچانے والا۔ غل سے مغز کھا جانے والا۔ [۲] چڑے بحذفِ ہا بھی درست ہے چنانچہ ذوق کا مطلع ہے ۔ جھکے ہے ترے ماتھے پہ جھومر کا پڑا چاند + لا بوسہ چڑے چاند کا وعدہ تھا چڑا چاند۔

(۶)
یہ سُنتے ہی حضرت نے مرے شہ کو بُلایا　　آئے تو وہیں چھاتی سے بس اپنی لگایا
آنکھوں میں لبِ پاک لگا کر یہ سُنایا　　"اس فتح کا ہے حکم ترے نام پہ آیا
بے شک یہ مکاں تم سے ہی جاوے گا اُکھاڑا"

اُجاڑنا

(۷)
یہ سنتے ہی حیدر نے زرہ، خود پہن کر　　دُلدل پہ چڑھے کہہ کے جو "اللہ اکبر!"
آئے وہ وہاں پر تھا جہاں قلعۂ خیبر　　کاوے کو لگا کر دیا رہوار کو چکر
نیزے کو ہلایا کبھی ترچھا کبھی آڑا

(۸)
کہتے ہیں کہ خیبر ہی بڑے کوہ کے اوپر　　گرد اس کے دھرا ہے وہاں اک سخت سا پتھر
دُلدل کو پھرا شاہ نے دروازے پہ آ کر　　ہمّت کر اُٹھا ہاتھ کو مارا جو زمیں پر
پتھر میں وہیں گڑ گیا نیزہ جو ہیں گاڑا

(۹)
جب آ کے ہوئے واں اسد اللہ نمایاں　　تب چلنے لگے تیر و تبر خنجر و پیکاں
دروازے پہ خیبر کے جو بیٹھا تھا نگہباں　　حیدر کے خط و خال پہ جب اُس کا گیا دھیاں
مُنہ دیکھ کے کافر نے وہیں شاہ کو تاڑا

(۱۰)
چلّا کے جبھی اُس نے یہ آواز سُنائی:　　"کیا بیٹھا ہے کم بخت ہے شامت تری آئی
جو کچھ کہ نشانی تھی بزرگوں نے بتائی　　سب اس اسد اللہ میں دیتی ہے دکھائی
اب گڑھ ترا جاتا ہے اسی دم میں اُکھاڑا

(۱۱)
دِستی[۱] ہے نجوموں کی سُفیدی میں سیاہی　　جاتے ہی مکاں لیوے گا یہ شیرِ الٰہی
یہ تیر یہ پیکان ہیں حیدر کی گواہی　　آتی ہے ترے کُفر کی کشتی پہ تباہی
آیا ہے وہیں شیرِ الٰہی کا نواڑا[۲]"

(۱۲)
یہ سنتے ہی مرحب کو غضب طیش چڑھ آیا　　آواز سے حارث کو وہیں اُس نے بُلایا
لے لشکرِ کفّار کو باہر نکل آیا　　حیدر سے چڑھا لڑنے کو وہ دیو کا جایا
طیّار کیا لڑنے کو کُشتی کا اکھاڑا

جنگ کی کشتی

[۱] دکھائی دیتی ہے۔ [۲] کشتی۔

(۱۳)
صف باندھے اُدھر لشکر کفار کھڑا تھا
اور ایک طرف کو تھا علم فوجِ علی کا
اور دونوں طرف تیز طبل جنگ کا باجا
آواز نقیبوں نے وہیں زور کی دی آ
اور جنگ کا میدان میں جا آکے اکھاڑا

(۱۴)
پہلے تو ہوئی جنگ عمودوں کی نمودار
پھر اُن کی کمندوں کا کھلا حلقۂ خوں خوار
پھر برق کی صورت سے چمکنے لگی تلوار
شیروں سے ہوا آن کے میدان نمودار
جوں رعد کے ہوتا ہی گرجنے میں جھنگاڑا

(۱۵)
ہر سمت سے آتے ہی گھٹا چھا گئی گھنگھور
تیروں کا برسنے لگا مینہ آن کے پُرزور
شمشیر کی بجلی بھی چمکنے لگی چوطرز
ادھر سے ہوا لشکرِ اسلام کا غل شور
اُودھر سے ہر اک کافرِ بدکیش دہاڑا[۱]

(۱۶)
مرحب نے اکھاڑے میں قدم آکے دیے گاڑ
حارث بھی اُسی آن بنا آن کے اک تاڑ
خم ٹھونک بدل تیوری، بازو کے تئیں جھاڑ
اِس زور سے نعرہ کیا واں آن کے چنگھاڑ
کہ قاف کے پردے میں گویا دیو چنگھاڑا

(۱۷)
یوں کہنے لگا لشکرِ اسلام کو للکار:
آوے جو کوئی تم میں پہلوان نمودار
تو ہاتھ مرا دیکھ لے اور زور کے آثار
کیا تاب ہے مجھ سے جو لڑے آن کے اک بار
میں نے تو سدا دیو کے سینے کو ہے پھاڑا

(۱۸)
یہ سنتے ہی حیدر نے دی رکھ ہاتھ سے صمصام
اور سیدھے چلے آئے اکھاڑے میں اُٹھا گام
قنبر نے لیا دوڑ کے دُلدُل کے تئیں تھام
مرحب سے لڑے لے کے جب اللہ کا وہ نام
آپس میں لگا ہونے کو زوروں کا جھڑاڑا

(۱۹)
مرحب تو وہیں گر پڑا یہ دیکھ کے ساماں
سب پر ہوئے مولیٰ کے مرے زور نمایاں
اُس کافرِ بدکیش کے تب چھُٹ گئے اوساں
مولیٰ نے اُسے مار کے ٹھوکر سے اُسی آں

[۱] دہاڑنا۔ شیر کا گرجنا۔ شیر کا بولنا۔ ڈکرنا۔ چنگھاڑنا۔ غرّانا۔ گونجنا۔

حارث کو کچل کوٹ کے، مرحب کو پچھاڑا

(۲۰)
تھا اُن میں ہی اک اَور پہلوان زور آور
مرحب کو اُٹھانے لگا اگر وہ زور آور
دلدل نے اُسے دیکھ کے جلدی سے اُچھل کر
اک لات جڑی قہر کی دانتوں سے پکڑ کر
یوں چاب لیا جیسے چباتے ہیں سنگھاڑا

(۲۱)
حارث کو گرا شام کو مرحب کے تئیں مار
میداں میں کیے فتح کے آثار نمودار
حملہ کیا خیبر کے اُپر آن کے اک بار
گھوڑے کے اُپر حیدری نعرے کے تئیں مار
پتال کی جڑ سے درِ خیبر کو اُکھاڑا

(۲۲)
تھیں شاہ کی جُرأت کی جہاں تک کہ ترنگیں
سب کانپ گئیں قلعۂ خیبر کی النگیں
کتنے تو وہاں بھاگ گئے مار شلنگیں
اور کتنے گئے بھول وہاں آن کے جنگیں
ہر گبر کو پھر تپ سے چڑھا آن کے جاڑا

(۲۳)
تب اُن پہ چلی آن کے اسلام کی تلوار
بھاگا کوئی زخمی، کوئی بسمل، کوئی خوں بار
ڈھونڈے نہ ملا پھر کسی بدکیش کا آثار
سب دُور ہوئے گلشنِ دُنیا سے خس و خار
اور کفر کے جنگل پہ بجا دیں کا کلھاڑا

(۲۴)
کی فتح غرض شاہ نے خیبر کی لڑائی
بدکیشوں کی پل مارتے میں کر دی صفائی
کُفار میں اسلام کی نوبت کو بجائی
خیبر میں پھری آن کے حیدر کی دُہائی
سب اُڑ گیا پھر آن کے کُفار کا دھاڑا[۱]

(۲۵)
میں مدح نظیر اب جو بناتا ہوں ہمیشہ
دولت ہی کا انعام میں پاتا ہوں ہمیشہ
کھاتا ہوں کھلاتا ہوں لُٹاتا ہوں ہمیشہ
خیرات اُسی در سے میں پاتا ہوں ہمیشہ
جاری ہے سدا میرے شہنشاہ کا باڑا[۲]

[۱] بھیڑ۔ ہجوم۔ بڑی جماعت۔ جتھا۔

[۲] باڑا۔ احاطہ۔ چار دیواری۔ بکھیر۔ دان۔ خیرات وغیرہ جو شادی میں ہندو لوگ فقیروں اور کمینوں وغیرہ کو دیتے ہیں۔

نظم نمبر ۱۱

حضرت علی کا معجزہ (ڈرامہ)

ایک بڑے پہلوان کافر کو زیر کر کے اسلام سے مشرف کرنا

(۱)
ایک معجزہ کہتا ہوں میں اُس شاہ کا سُن کر
موتی سے سخن ہیں، لو اسے دھاگے سے چُن کر
اک کافرِ بدذات چلا لڑنے کی دُھن کر
آسامنے حیدر کے غضب آگ سا بُھن کر
جوں اونٹ ذبح کرتے ہیں چلاّ کے دہاڑا[۱]

(۲)
کہنے لگا "میں تم سے علی کشتی لڑوں گا
کشتی کے جو ہیں پیچ علیؑ تم سے کروں گا
خم ٹھونک کے میدان میں، علیؑ تم سے اڑوں گا
ہاں، یا علی، میں آپ سے کچھ گر نہ پڑوں گا
ہر چند، علی! آپ نے دیووں کو پچھاڑا!"

(۳)
جب شاہ اُٹھے جوش میں آطیش و غضب کے
یک بارگی اُس کافرِ بدذات سے لپٹے
کر یاد خدا ہاتھ کمر بند میں اُس کے
اک ہاتھ سے پھینکا جو اُسے تین چرخ دے
یوں گر پڑا جوں گرتا ہو دریا کا کڑاڑا

(۴)
چاہا جو اُٹھے خوف سے وہ کانپ دھڑک کر
اُس شاہ نے ماری وہیں اک لات کڑک کر
روح اُس کی نکلنے لگی نتھنوں سے پھڑک کر
نتھنوں سے لہو ڈال کے ہاتھ پہ چھڑک کر
منگر کا اچل نے چلی دریا کو نواڑا[۲]

(۵)
دانتوں سے پکڑ تنکا وہ بولا: علی! آیا
تقصیر ہوئی مجھ سے میں اپنا کیا پایا"
پھر اُس کو مسلمان کیا، کلمہ پڑھایا
کُفار میں جا دین کے ڈنکے کو بجایا
دین داری کو جاری کیا اور کُفر کو گاڑا

---

[۱] دہاڑنا شیروں کی طرح شور کرنا۔ بڑے زور سے چیخنا۔ [۲] کشتی۔

نظم نمبر ۱۳

حضرت عباس کا معجزہ

اٹر کاٹ کے ایک ساہو کار کے لڑکے کا واقعہ

(۱)
جو محب ہیں خاندانِ مصطفےٰ کے دوستدار
اور علیؑ مرتضےٰ پر جان و دل سے ہیں نثار
سب سنیں دل شاد ہو یہ ماجرا تفصیل وار
ہیں جو عباس علیؑ کرار غازی نامدار
اُنکا میں اک معجزہ لکھتا ہوں باعز و وقار

(۲)
اٹر کاٹ اک شہر ہے واں ایک ساہوکار تھا
جتنے واں زردار تھے اُن سب میں وہ سردار تھا
مال و زر کا گھر میں اُس کے جابجا انبار تھا
اُس کے اک بیٹا سعادتمند، برخوردار تھا
گُل بدن گُل پیرہن گُلرنگ گُل رُو نامدار

(۳)
دوسرا اُس کے کوئی بیٹی نہ بیٹا تھا مگر
ایک بیٹا تھا وہی سرو روانِ رشکِ قمر
تھا پنہاتا اُس کو پوشاک اور جواہر سر بسر
جسکہ اکلوتا جو تھا اُس واسطے اُس کے اُوپر
باپ بھی جی سے فدا اور ماں بھی دل سے تھی نثار

(۴)
اُن دنوں میں تھا برس تیرہ کا اُس کا سن و سال
جب نظر آیا اُسے ماہ محرم کا ہلال
تعزیہ خانوں میں جاتا چھپ کے وہ رعنا غزال
مرثیوں میں سن کے شاہ کربلا کے غم کا حال
پیٹتا سینے کو اور ماتم سے روتا زار زار

(۵)
تعزیے کے سامنے ہو کے مودّب سر جھکا
مورچھل رو رو ضریح پاک پر جھلتا کھڑا
جب علم اُٹھتے تو پھر لڑکوں کے ساتھ آنسو بہا
یاحسین ابن علی کہکر علم لیتا اُٹھا
لوگ دیکھ اس کی محبت ہوتے تھے حیران کار

(۶)
شام سے آکر وہ قندیلیں جلاتا دمبدم
قُمقُمے اور جھاڑ پر شمعیں چڑھاتا دمبدم
عود سوزوں میں اگر لاکر گراتا دمبدم
اہلِ مجلس کے تئیں شربت پلاتا دمبدم
سب وہ کرتا تھا غرض جتنا تھا واں کا کاروبار

(۷)
لیکن اُس کے باپ کو ہرگز خبر اب تک نہ تھی
جب سُنا اُس نے تو بیٹے پر بہت تاکید کی
جھڑکا اور مارے طمانچے، خوب سی تنبیہ کی
اور کہا: "اے بے حیا، بدبخت، موذی، مدعی
ذات سے کیا تو نکالے گا مجھے اے نابکار؟"

(۸)
اُس کے دل میں تو شہیدِ کربلا کا جوش تھا
تعزیہ پر دھیان تھا، اور مرثیے پر گوش تھا
باپ تو کرتا نصیحت، اور وہ خاموش تھا
نے طمانچوں کا اُسے، نے جھڑکیوں کا ہوش تھا
اُٹھ گیا تھا اُس کے دل سے صاف سب کا ننگ و عار

(۹)
باپ نے تو دن میں یہ اُس پر کیا رنج و عتاب
رات کو پھر تعزیہ خانوں میں جا پہنچا شتاب
پھر پکڑ لایا اُسے جا کر بصد حالِ خراب
الغرض سو سو طرح اُس پر کیے رنج و عذاب
اُس نے پر جانا نہ چھوڑا اُس مکاں کا زینہار

(۱۰)
اپنا بیگانہ اُسے جا کر بہت سمجھاتا تھا
پر کسی کا کب کہا خاطر میں اُس کی آتا تھا
رونا اور ماتم ہی کرنا اُس کے دل کو بھاتا تھا
تعزیہ خانے کی جانب یوں وہ دوڑا جاتا تھا
جس طرح عاشق کسی معشوق کا ہو بیقرار

(۱۱)
جب تو سب نے تنگ ہو کر مصلحت ٹھانی یہ ہم:
جس سے کرتا ہے یہ ماتم اور اُٹھاتا ہے علم
کیوں نہ اب اس دم وہی ہاتھ اُس کا کر ڈالو قلم؟
کہ کے یہ آخر کو سب نے، ہے قیامت! ہے ستم!
کاٹ ڈالا ہاتھ جلد اُس بے گنہ کا ایک بار

(۱۲)
الغرض کر ہاتھ اُس مظلوم کا تن سے جدا
کوٹھری میں کر کے بند اور قفل او پر جڑ دیا
نے اُسے کھانا کھلایا، نے اُسے پانی دیا
شام تک بھوکا پیاسا کوٹھری میں تھا پڑا
دیکھ اپنے ہاتھ کو روتا تھا ڈاڑھیں مار مار

(۱۳)
وہ اندھیری کوٹھری، وہ بھوک، وہ پانی کی پیاس
ہاتھ سے لوہو کی بوندیں بھی ٹپکتی آس پاس
کس مصیبت میں پڑا وہ گل بدن، زریں لباس
ہاتھ زخمی، خون جاری، دل پریشاں، جی اُداس
کس سے مانگے داد اور کس کو پکارے بار بار

(۱۴)
وہ تو اپنی بیکسی کے درد میں روتا تھا واں
اس میں کیا ہی دیکھتا اس کوٹھری کے درمیاں
ہو گیا اک بارگی نورِ تجلّی کا نشاں
اُس تجلّی میں نظر آیا اُسے اک نوجواں
کاندھے کے اوپر علم پہلو میں تیغ آبدار

(۱۵)
واستانہ ہاتھ میں اور پشت کے اوپر سپر
تن میں اک سیمیں زرہ اور خودِ زرّیں فرق پر
دائیں کو تیر و کماں بائیں کو شمشیر و تبر
جس طرح ابرِ سیہ میں برق ہووے جلوہ گر
اس طرح اُس کوٹھری میں آ گیا وہ شہسوار

(۱۶)
اُس نے جب اُس نوجواں کے نور کی دیکھی جھلک
تھا مجسّم وہ تو حق کا نور سر سے پانوں تک
دیکھتے ہی اُس کا ہیبت سے گیا سینہ دھڑک
مُند گئیں آنکھیں وہیں، اور رکھا گئیں پلکیں جھپک
ہو گیا بے ہوش وہ مجبور، زخمی دل فگار

(۱۷)
تاب کس کی ہی جو اُس چہرے کے آگے تاب لائے
ماہ کیا گر شمس بھی دیکھے تو اپنا سر جھکائے
ایسے طالع، ایسی قسمت، یہ نصیبا کون پائے
ایسا شہزادہ مقدس جس کے گھر تشریف لائے
آدمی کیا ہی فرشتوں کا نہیں عزّ و وقار

(۱۸)
وہ تو وہ نورِ تجلی دیکھ بیخود تھا پڑا
اس عنایت، اس کرم کا کچھ بھی یارو انتہا
آپ گھوڑے سے اُتر کے نورِ چشمِ لافتا
اُس بُریدہ دست کو اُس کے دیا تن سے ملا
اور کہا اُٹھ جلد ای آلِ نبی کے دوستدار

(۱۹)
وہ جو آنکھیں کھول کر دیکھے عجب انوار ہی
روشنی سے جس کی روشن سب در و دیوار ہی
ہاتھ کو دیکھا تو خاصا ہاتھ بھی تیار ہی
نہ تو اُس میں درد ہی نہ خُون کا آثار ہی
رہ گیا ایک بارگی حیرت میں وہ مظلوم زار

(۲۰)
پھر جو اس لڑکے کو اس میں ہوش سا کچھ آ گیا
ہو تصدّق اور وہیں پانوں کے اوپر گر پڑا
اور کہا رو رو، "مرا تو ہاتھ تن سے تھا جُدا
یہ تمھیں سے ہو سکا جو پھر دیا تن سے مِلا
سچ بتاؤ کون ہو تم ای امیرِ نامدار؟

(۲۱)	باپ نے تو میرے مجھ پر یہ ستم برپا کیا	ہاتھ کاٹا قید کی، اور سو تعدّی و جفا
	مجھ سے بیکس پر جو تم نے کی یہ کچھ لطف و عطا	اب خدا کے واسطے جلدی سے، ای بحرِ سخا
		اپنا کچھ نام و نشاں مجھ سے کہو تفصیل وار"
(۲۲)	جب کہا حضرت نے: "ہم بھی آدمی ہیں، ای عزیز	بندۂ درگاہِ رب العالمیں ہیں، ای عزیز
	خاکسار و عاجز و اندوہگیں ہیں، ای عزیز	جنکا تو کرتا ہی ماتم وہ ہمیں ہیں، ای عزیز
		آفریں، صد آفریں، ای پاک مومن دیندار
(۲۳)	یہ ہمارا ہی نشان، ای پاک طینت متقی	نام کو پوچھے تو ہو گا نام عباسِ علی
	کربلا کے دشت میں دولت شہادت کی ملی	جو ہمیں چاہے ہمارا بھی اُسے چاہے ہی جی
		جو ہمارا غم کرے، ہم بھی ہیں اُس کے غمگسار"
(۲۴)	سُنتے ہی اس بات کے اکبار وہ لڑکا غریب	ہو گیا شاد، اور وہیں سر رکھ کے قدموں کے قریب
	یوں لگا کہنے "بڑی قسمت بڑے میرے نصیب	میں کہاں عاجز کہاں اللہ کے خاصے حبیب؟
		میں تصدق ہوں تمھارا یا شہِ والا تبار
(۲۵)	یہ کرم، یہ لطف، یہ بندہ نوازی کس سے ہو؟	مجھ سے نالائق کی ایسی سرفرازی کس سے ہو؟
	تم نے جو کچھ مجھ سے کی، یہ چارہ سازی کس سے ہو؟	یہ حمایت، یہ مدد یا شاہِ غازی، کس سے ہو؟
		اس عنایت، اس کرم کا ہی تمھیں پر کاروبار
(۲۶)	میں جو اپنے ہاتھ سے کرتا تھا ماتم برملا	اور اُٹھاتا تھا علم کو میں تمھارے جابجا
	حق اگر پوچھو، تو کس کا ہاتھ ہو کٹ کر ملا؟	یہ تمھیں سے ہو سکا جو پھر دیا تن سے لگا
		ورنہ کس میں تھی بھلا یہ قدرت و یہ اقتدار"
(۲۷)	وہ ابھی راغب تھا اپنے درد کے اظہار کا	ایک پل میں پھر نہ دیکھا نقش اُس اسوار کا
	کیا ویا تن سے ملا ہاتھ اپنے ماتم دار کا	معجزہ دیکھو یہ ابنِ حیدرِ کرار کا
		کس میں یہ قدرت ہی جز فرزند شیر کردگار"

(۲۸)
اب جو اُس کے ہاتھ پر کٹنے کی آئی تھی گرہ
اب اُنھوں نے کر دیا اک آن میں آتے ہی بہ
کچھ حکیموں سے نہوتا گر وہ پھیر تا دہ بدہ
یہ نہیں دست اور کا، دست یداللہی ہی یہ

جز یداللہ ہو بھلا کس دست سے یہ دستکار!!

یداللہی

(۲۹)
کیا حسین ابن علی نے جس[۵] لیا میدان میں!
جنکے بیٹوں کے رہیں دل خلق کے احسان میں
اور ہیں عباسِ علی کی بخششیں ہر آن میں
کیوں نہ پھر خالق کہے اُن کے پدر کی شان میں:

لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

(۳۰)
صبح کو اُس کوٹھری کا خود بخود در کھل گیا
پُوچھا: یہ کیا تھا جو کچھ دیکھا تھا اُس نے سب کہا
باپ ماں دیکھیں تو اُس کا ہاتھ تن سے ہے ملا
سُنتے ہی دونوں نے پھر تو صدق سے کلمہ پڑھا

ہاتھ میں تسبیح لی زُنار کو ڈالا اُتار

(۳۱)
پھر ہوئی اس مُعجزے کی شہر کی خلقت میں دُھوم
دیکھتا تھا جو کوئی لیتا تھا اُس کے ہاتھ چوم
ہو گیا اس طفل پر سب شہر کا آکر ہجوم
اور لگا آنکھوں سے یوں کہتا تھا ہر دم جھوم جھوم

یہ اُنھیں کی دوستی کے گل نے دکھلائی بہار

(۳۲)
الغرض ماں باپ اُس پر جان و دل سے ہو فدا
لے کے لڑکے کو چلے دل شاد سوئے کربلا
راہ میں کرتے تھے لوگ اس کی زیارت جا بجا
جب وہ منزل پر اُترتے تھے تو واں کے لوگ آ

دمبدم کرتے تھے اپنا سیم و زر اُس پر نثار

(۳۳)
کُو بکو شہرِ نجف میں بھی یہ شور و غل پڑے
واں کے بھی لوگ آئے سب اس کی زیارت کے لیے
اک محبِ پاک دل آیا ہے ہندستان سے
اور لاکھوں شخص آئے دور اور نزدیک کے

اس قدر یہ مُعجزہ سب میں ہوا واں آشکار

(۳۴)
کربلا کے پاس پہنچا جس گھڑی وہ ماہتاب
اک ہمارا دوست آتا ہے چلا جوں موجِ آب
اُن شریفوں کو ہوا حکم شہ عالی جناب
کرکے استقبال تم جا کر اُسے لاؤ شتاب

[۵] جس شہرت۔ نیک نامی۔ تعریف۔

اُس کی لازم ہی تمھیں دلداری کرنی بیشمار

(۲۵) کربلا کے لوگ نکلے اُس کے استقبال کو — لے گئے اسپ و شتر آرایش و اجلال کو
کر زیارت، ہجوم اُس کے دستِ خوش افعال کو — سو تجمّل سے غرض اُس صاحب اقبال کو

شہر میں لائے بصد اکرام و عز و افتخار

(۲۶) کام کیا کیا کچھ ہوے اُس سے خدا کی راہ کے — پھر خدا نے بھی اُنھیں یہ دست قدرت کے دیے
اُس نے کٹوایا تو ہاتھ اب اُن کے ماتم کے لیے — کیوں نہ پھر تن سے ملاتے، وہ تو مُنصف ہیں بڑے

سیکھ جاوے اُن سے نصفت آگے ہر نصفت شعار

(۲۷) جب ہوے روضے میں داخل وہ محبّانِ علیؑ — کر زیارت اور تصدّق ہو کے دل سے ہر گھڑی
واں، اُنھوں نے کُچھ مکاں بنوانے کی تجویز کی — لڑکا بنوا تا پھرے تھا ہاتھ میں لے کر چھڑی

کی عمارت آخرش رنگیں مُنقّش زرنگار

(۲۸) دین بھی اُس کو ملا، دُنیا بھی یارو، دیکھیو — اور مُحبِّ پاک کہلایا الگ اس کو دیکھیو
کیا محبّت کے چمن کی ہی یہ خوشبو دیکھیو — کیا ہی طالع، کیا ہی قسمت ہی، مُحبّو دیکھیو

اُن کی اُلفت کا نہال آخر یہ لایا برگ و بار

(۲۹) یا علی عبّاسِ غازی صاحب تاج و سریر — سب کے تم مشکل کشا ہو کیا غریب و کیا امیر
جان و دل سے اب تُمھارے نام کا ہو کر فقیر — یہ غُلام روسیہ اب جس کو کہتے ہیں نظیر

آپ کے فضل و کرم کا یہ بھی ہی اُمیدوار

نظم نمبر ۱۴

پنج تن پاک کی تعریف

تضمین

(۱) ہی دل میں میرے یاد جو بارہ امام کی — اور آرزو ہی ساقیِ کوثر کے جام کی
یہ بیت مجھ کو ورد ہی ہر صبح و شام کی — تسبیح ہزار دانہ ہی اور اُن کے نام کی

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

(۲) اوّل تو دل ہو صاف، دوم جسم تابناک　　سوم کہاؤں دونوں جہاں میں گنہ سے پاک
چوتھے عدو کا غیب سے ہو جاوے سینہ چاک　　اور پانچویں میں ڈالوں مُخالف کے سر پہ خاک

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

(۳) تن ہے سو پاک صاف مُعطّر ہو مثل پھول　　ہو روح شاد، دل نہ ہو میرا کبھو ملول
دونوں جہاں میں خوش رہوں از خدمتِ رسول　　روزہ، نماز، ورد، وظائف ہوں سب قبول

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

(۴) بھاگے چُڑیل، کانپ اُٹھے بھوت اور پلید　　ٹل جاویں دیو، چھپنے لگیں مُنکرِ شدید
جن و پری ہوں دل سے مرے آن کر مُرید　　جیتا رہوں تو شاہ، جو مر جاؤں تو شہید

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

(۵) نعرہ کروں جو حیدری، ہل جاویں سب پہاڑ　　تھرّا دیں چشمہ سار، ہلیں ڈر سے بوٹے جھاڑ
گر خارجی ہو آوے مرے آگے مثل تاڑ　　پگڑی کو اُس کی پھینک کے ڈاڑھی کو لوں اُکھاڑ

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

(۶) ای دوستو عجب ہے بنا پنجتن کا نام　　جس کے طفیل اتنے بر آتے ہیں سب کے کام
جو ہیں سو ہیں یہی ختم الخیر و السّلام　　اور میں جو ہوں نظیر تو کہتا ہوں صُبح و شام

سُمرن مجھے بھلی ہے یہ پنجتن کے نام کی

پانچویں فصل عشق اللہ

نظم نمبر ۱۵

عشق اللہ

یعنی آزادوں کا سلام

(۱) پہلے اُس ختمِ رسالت سے کہو عشق اللہ　　صاحبِ خُلق و کرامت سے کہو عشق اللہ

	گلشن دیں کی طراوت سے کہو عشق اللہ	نورِ حق شافعِ اُمّت سے کہو عشق اللہ
	ہر دم اُس شاہِ ولایت سے کہو عشق اللہ	
(۲)	اور وہ ہے جس سے ہرا باغ امامت کا چمن زہر نے جس کا زمرد سا کیا سبز بدن	سبز پوش چمن جنّتِ فردوس حسن یاد کر مومنو اس کا وہ ہرا پیراہن
	سبزۂ باغِ امامت سے کہو عشق اللہ	
(۳)	اور وہ گل جس سے ہے گلزارِ شہادت کا کھلا تین دن رات کا پیاسا وہ بہادر یکتا	لے گئے دشتِ بلا میں جو اُسے اہلِ جفا لشکرِ شام کو للکار کے تنہا وہ لڑا
	گوہرِ دُرجِ شجاعت سے کہو عشق اللہ	
(۴)	اور جس مرد کا ہے نام شہ زین العبا جل کے لشکر وہ سبھی خاک سیہ ہو جاتا	کربلا میں وہ اگر آہ کا شعلہ کرتا پر سوا حق کی رضا اس نے نہ کچھ دم مارا
	اُس جواں مرد کی ہمت سے کہو عشق اللہ .	
(۵)	باقرؓ و جعفرؓ و کاظمؓ و رضاؓ شاہِ شہاں عسکریؓ، مہدیؓ ہادیؓ وہ امامِ دوراں	اور تقیؓ نورِ نبی اور وہ نقیؓ قبلۂ جاں ہیں زمانے میں یہی بارہ امام اے یاراں
	سب ہر اک صاحبِ عزت سے کہو عشق اللہ	
(۶)	جتنے اللہ نے بھیجے ہیں ولی پیغمبر اور جنھوں نے کہ ذرا حق کے اُوپر کرکے نظر	عارف و کامل و درویش و مشائخ رہبر راہِ مولا میں خوشی ہو کے دیا اپنا سر
	اُن شہیدوں کی شہادت سے کہو عشق اللہ	
(۷)	ہیں جہاں تک کہ جہاں میں جو ولی اور فقرا اور جس مرد نے خوش ہو کے براہ مولا	ہر دم اِن سب کے دلوں میں ہے بھرا عشقِ خدا مال و جان و دولت و گھر بار تلک بخش دیا
	اُس سخی دل کی سخاوت سے کہو عشق اللہ	
(۸)	ہیں جو وہ صابر و شاکر بہ رضائے اللہ	راہِ مولا میں سچلے کے توکل ہمراہ

خاں زمانہ

	جا کے جنگل میں پہاڑوں میں لگا حق پہ نگاہ	دل میں خوش بیٹھے ہوے کرتے ہیں اللہ اللہ
	اُن جوانوں کی قناعت سے کہو عشق اللہ	
(۹)	وہ جو کہلاتے ہیں دنیا میں خدا کے بندے خاک بھی ہو گئے پر کرتے ہیں ہر دم سجدے	بندگی کرتے ہی کرتے وہ سبھی خاص ہوے کہیں ہیں بات نہ لوٹے ہیں عبادت کے مزے
	دوستو اُن کی عبادت سے کہو عشق اللہ	
(۱۰)	اور وہ جن پہ ہیں احوال دو عالم کے کھُلے چاہیں پتھر کے تئیں لعل کریں نظروں سے	چلتے دریا میں ہیں اور روے ہوا پر اُڑتے چاہیں اکسیر کریں خاک کو ہر دم لے لے
	اُن کی سب کشف و کرامت سے کہو عشق اللہ	
(۱۱)	اور وہ جو عشق کا گلزار کہلاتا ہے نظیر ریختہ، فرد، رُباعی بھی بناتا ہے نظیر	پنجتن پاک کا عالم میں کہاتا ہے نظیر کہ سخن عشق کا پھر سب کو سناتا ہے نظیر
	اُس کے سب حرف و حکایت سے کہو عشق اللہ	

چھٹی فصل۔ مدح اولیا و پیشوایانِ مذہب

نظم نمبر ۱۶

ولیِ خدا حضرت سلیم چشتی کی مدح

(۱)	ہیں دو جہاں کے سُلطاں حضرت سلیم چشتی سر دفترِ مُسلماں حضرت سلیم چشتی	عالم کے دین و ایماں حضرت سلیم چشتی مقبولِ خاص یزداں حضرت سلیم چشتی
	سردارِ ملکِ عرفاں حضرت سلیم چشتی	
(۲)	بُرجِ اسد کی رونق عرش بریں کے تارے یہ بات جان و دل سے کہتے ہیں سب پکارے	گلزارِ دین کے گلبن اللہ کے سنوارے تم وہ ولی ہو برحق جو فیض سے تمھارے
	عالم ہے باغ و بُستانِ حضرت سلیم چشتی	
(۳)	شاہوں کے بادشاہ ہو باتاج بالو ا ہو	اور قبلۂ صفا ہو اور کعبۂ ضیا ہو

	خلقت کے رہنما ہو، دنیا کے مقتدا ہو	تم صاحب سخا ہو محبوب کبریا ہو	
	ہو تم سے زیب امکاں حضرت سلیم چشتی		
(۴)	شاہ و گدا ہیں تابع سب تیری مملکت کے	لائق تمھیں ہو شاہا اس قدر و منزلت کے	بابات
	پروردہ ہیں تمھارے سب خوانِ مکرمت کے	شاہا شرف تو بخشی خالق کی سلطنت کے	
	اور تم ہو میر ساماں حضرت سلیم چشتی		
(۵)	ہو نامِ پاک تیرا مشہور شہر و بن میں	کرتی ہیں یاد تمکو یہ جانیں ہیں جو تن میں	
	ہو خُلق کی تمھارے خوشبو گل و سمن میں	خدمت میں ہیں تمھاری فردوس کے چمن میں	
	جنّت کے حور و غلماں حضرت سلیم چشتی		
(۶)	کعبہ سمجھ کے اپنا مُشتاق تیرے در کو	کرتے ہیں آ زیارت دل سے جھکا کے سر کو	
	او صاف تیرے ہر دم لیتے ہیں سیم و زر کو	پڑھتے ہیں مدح تیری گُلشن میں ہر سحر کو	
	ہو بُلبل خوش الحاں حضرت سلیم چشتی		
(۷)	ہو سلطنت جہاں کی سب تیرے زیرِ فرماں	چاکر ہیں تیرے در کے فغفور اور خاقاں	
	خوان کرم پہ تیرے ہو خلق ساری مہماں	ہیں حکم میں تُمھارے جنّ و پری و انساں	
	ہو وقت کے سلیماں حضرت سلیم چشتی		
(۸)	تُم سب سے ہو مُعظّم اور سب سے ہو مُکرّم	خلقت ہوئی تمھارے سب نور سے مُجسّم	
	اور خوبیاں جہاں کی تُم پر ہوئیں مُسلّم	ابر کرم سے تیرے دائم ہو سبز و خُرّم	
	عالم کا سب گُلستاں حضرت سلیم چشتی		
(۹)	پُشت و پناہ ہو تم ہر اِک گدا و شہ کے	مُحتاج ہیں تمھاری اک لطف کی نگہ کے	
	منزل پہ آکے پہنچے سالک تمھاری رہ کے	خاکِ قدم تُمھاری در چشم مہر و مہ کے	
	ہو روشنی کے ساماں حضرت سلیم چشتی		
(۱۰)	چشم و چراغ ہو تُم اب جملہ مومنیں کے	روشن ہیں تم سے پردے سب آسماں زمیں کے	

بیشک ضیاے دل ہو ہر صاحبِ یقیں کے — ذرہ نہین تفاوت تم آسماں ہو وین سے کے

ہو آفتابِ رخشاں حضرت سلیم چشتی

(۱۱)
عالم ہے سب معطّر تیرے کرم کی بو سے — حرمت ہے دوستوں کو حضرت تمھارے رو سے
یہ چاہتا ہوں اب میں سو دل کی آرزو سے — رکھیو نظیر کو تم دو جگ میں آبرو سے

اے موجدِ ہر احسان حضرت سلیم چشتی

نظم نمبر ۱۷

گرو نانک شاہ کی مدح

(تضمین)

(۱)
ہیں کہتے نانک شاہ جنھیں وہ پورے ہیں آگاہ گرو — وہ کامل رہبر جگ میں ہیں یوں روشن جیسے ماہ گرو
مقصود مراد امید سبھی بر لاتے ہیں دل خواہ گرو — نت لطف و کرم سے کرتے ہیں ہم لوگوں کا نرباہ[۱] گرو

اس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس[۲] نوا ارداس[۳] کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

(۲)
ہر آن دلوں وچ[۴] یاں اپنے جو دھیان گرو کا لاتے ہیں — اور سیوک[۵] ہو کر ان کے ہی ہر صورت بیچ کہاتے ہیں
گر اپنی لطف و عنایت سے سکھ چین انھیں دکھلاتے ہیں — خوش رکھتے ہیں ہر حال انھیں سب تن کا کاج بناتے ہیں

اس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا ارداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

(۳)
جو آپ گرو نے بخشش سے اس خوبی کا ارشاد کیا — ہر بات وہ ہے اس خوبی کی تاثیر نے جس کا صاد کیا
یاں جس جس نے ان باتوں کو ہے دھیان لگا کر یاد کیا — ہر آن گرو نے دل ان کا خوش وقت کیا اور شاد کیا

اس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا ارداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

۱؎ نرباہ نباہ کا ہندوانہ لہجہ۔ ۲؎ سیس نوا سر جھکا کر ۳؎ ارداس۔ سکھوں کے لہجے میں عرضداشت ہے ۴؎ وچ پنجابی میں بیچ کو کہتے ہیں ۵؎ سیوک خادم پرستندہ

(۴) دِن رات جنھوں نے یاں دل وجی سے یادِ گرو سے کام لیا
دُکھ درد میں اپنے دھیان لگا جس وقت گرو کا نام لیا
سب من کے مقصد بھر پائے خوش وقتی کا ہنگام لیا
پل بیچ گرو نے آن اُنھیں خوش حال کیا اور تھام لیا

اس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا اَرداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

(۵) یاں جو جو دل کی خواہش کی کچھ بات گرو سے کہتے ہیں
الطاف سے اُن کے خوش ہو کر سب خوبی سے یہ کہتے ہیں
وہ اپنی لُطف و شفقت سے نت ہاتھ اُنھوں کے گہتے ہیں
دُکھ دور اُنھوں کے ہوتے ہیں سو سُکھ سے جگ میں رہتے ہیں

اِس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا اَرداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

(۶) جو ہر دم اُن سے دھیان لگا اُمید کرم کی دھرتے ہیں
اسباب خوشی اور خوبی کے گھر بیچ اُنھوں کے بھرتے ہیں
وہ اُن پر لطف و عنایت سے ہر آن توجہ کرتے ہیں
آنند عنایت کرتے ہیں سب من کی چنتا ہرتے ہیں

اس بخشش کے اس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا اَرداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو

(۷) جو لطف و عنایت اُن میں ہیں کب وصف کسی سے اُن کا
الطاف جنھوں پر ہیں اُن کے سو خوبی حاصل ہے اُن کو
وہ لطف و کرم جو کرتے ہیں ہر چار طرف ہیں ظاہر وو
ہر آن نظیرؔ اب یاں تم بھی بابا نانک شاہ کہو

اس بخشش کے اِس عظمت کے ہیں بابا نانک شاہ گرو
سب سیس نوا اَرداس کرو اور ہر دم بولو واہ گرو!

نظم نمبر ۱۸

گرو گنج بخش کی تعریف

(۱) ہو رہ دلا مُدام گرو گنج بخش کا
خوبی میں ہر قیام گرو گنج بخش کا

۱؎ نت ہمیشہ برابر ۲؎ گہتے ہیں مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔ ہاتھ گہتے ہیں دست گیری فرماتے ہیں ۳؎ خوشی ۴؎ دل کے تردوات کو دور کرتے ہیں۔ * یہ علامت استفہام کی ہے اور اکثر مشکوک مقامات میں لفظ یا عبارت مشکوک پر خط عرضی کھینچ کر وہیں طرف بنا دی گئی ہے اس غرض سے کہ اگر ناظرین کا رفع شک ہو جائے یا کوئی صحیح نسخہ اُن کو معلوم ہو تو اس سے مطبع کو بھی مطلع فرمائیں تاکہ طبع آیندہ میں شکریہ کے ساتھ ترمیم و تصحیح مناسب کر دی جائے۔

	کرپا[1] میں اہتمام گرو گنج بخش کا	لے دل ہمیشہ نام گرو گنج بخش کا	
	رکھ دھیان صبح و شام گرو گنج بخش کا		
(۲)	ہر دم اُنھیں کی یاد کا رکھ دل میں تو خیال کھوتے ہیں سب کے دل کے وہی رنج اور ملال	اور رکھ سُرت[2] تو اپنی اُنھیں کے چرن[3] نڈھال سیوک کو اپنے کرتے ہیں اک آن میں نہال	
	بخشش میں ہے یہ کام گرو گنج بخش کا		
(۳)	آتے ہیں وہ مدد کے تئیں جلد بھی کہیں یہ بات ٹھیک ہے اسے کر جی میں تو یقیں	اُن کا ہوا جو دل سے اُسے کچھ خطر نہیں گرتا ہوا جو نام لے اُن کا تو اُس کے تئیں	
	لیتا ہے نام تھام گرو گنج بخش کا		
(۴)	خوبی کچھ اُن کے لطف کی جاتی نہیں کہی گہتے ہیں دکھ میں بانہہ بہت ہوتے ہیں خوشی	کرپا وہ اپنی رکھتے ہیں ہر آن ہر گھڑی کہتے ہیں جس کو لطف کی مسند ہوتی وہی	
	ہے دل سدا مقام گرو گنج بخش کا		
(۵)	رکھ اُن کی لحظہ لحظہ تو کرپا اُپر نظر جو چاہیے مراد اُنھیں سے تو عرض کر	وہ اپنے گنج لطف سے دیتے ہیں سیم و زر جو دل سے پوجتے ہیں تو اُن سب کے حال پر	
	الطاف ہے مدام گرو گنج بخش کا		
(۶)	اُن کی سرن[4] میں آیا تو پھر دکھ نہ کچھ بھو رکھ اپنے جی سے اُن کی ہی کرپا کی آرزو	رکھ لیں گے اپنی مہر سے وہ تیری آبرو اور داس کر کے سر کو جھکا اُن کے در پہ تو	
	لطف و کرم ہے عام گرو گنج بخش کا		
(۷)	کر عرض اُن سے اپنا تو احوال اے نظیر رکھ اُن کی یاد جی میں تو ہر حال اے نظیر	اپنے کرم سے لیں گے تجھے پال اے نظیر رہتا ہے جگ میں خوشدل و خوشحال اے نظیر	
	ہے دل سے جو غلام گرو گنج بخش کا		

[1] کرپا مہربانی مرحمت [2] خیال دھیان [3] قدم کے قریب۔ پنجابی فقرہ ہے [4] پناہ حمایت۔

دوسرا باب تمدن

پہلی فصل - تقریباتِ اسلام

نظم نمبر ۱۹

حضرت سلیم چشتی کا عرس

(۱)
ہے یہ مجمع نکو سرشتی کا
ذکر کیا یاں گنہ کی زشتی کا
بحر ہے عارفوں کی کشتی کا
فخر ہے حرفِ سرنوشتی کا

رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

(۲)
باغِ جنت ہے آج یہ درگاہ
پھول پھولے ہیں فیض کے دلخواہ
دیکھ رضواں بہاریاں کی، واہ!
دل میں کہتا ہے دبدم واللہ

رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

(۳)
یہ تجلی نہ سیم و زر سے ہے
ابرِ رحمت کا نور برسے ہے
حور و غلماں کی روح ترسے ہے
اور اشارہ یہی نظر سے ہے

رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

(۴)
صحن درگہ ہے باغ اور بستاں
اور ہیں زوّار سب گل و ریحاں
جی ہیں سب پھول پھول ہو شاداں
یہی کہتے ہیں ہر گھڑی ہر آں

رشک ہے گلشن بہشتی کا
عرس حضرت سلیم چشتی کا

(۵)
بسکہ خلقت بھری ہے لالوں لال
گھر مکاں ہے گلوں سے مالا مال

	حسن راگ اور مشائخوں کے حال	بھیڑ، غل، شور، اور یہ قال مقال:
	"رشک ہے گلشن بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا"	
(۶)	کھل رہا ہے چمن جو فیض بھرا قدسیاں دیکھ وہ بہشت سرا	جھرنا گویا ہے حوض کوثر کا سب پکاریں ہیں یوں "اہا ہا ہا!
	رشک ہے گلشن بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا"	
(۷)	کتنے درگہ میں فیض اٹھاتے ہیں کتنے نذر و نیاز لاتے ہیں	کتنے جھرنے میں جا نہاتے ہیں کتنے خوش ہو یہی سناتے ہیں:
	"رشک ہے گلشن بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا"	
(۸)	عرس درگاہ کے جو دیکھے واہ بلبلوں کی طرح چہک کر آہ	اور ہے گل کھلے ہیں خاطر خواہ سب یہی کہہ رہے ہیں کر کے نگاہ
	"رشک ہے گلشن بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا"	
(۹)	ہے بہم دور دور کا عالم سب خوشی ہو کے جوں گل شبنم	سبز و سرخ و سفید و زرد بہم دیکھ سیریں یہ کہتے ہیں ہر دم:
	"رشک ہے گلشن بہشتی کا عرس حضرت سلیم چشتی کا"	
(۱۰)	بھیڑ انبوہ خلق کی تکثیر طفل و پیر و جواں غریب و فقیر	بادشاہ و گدا و میر و وزیر پر سبھوں کی زبان پہ یہ تقریر:

رشک ہی گلشن بہشتی کا
عُرس حضرتِ سلیم چشتی کا

(۱۱)
کتنے واں سیم تن بھی پھرتے ہیں
شوخ گل پیرہن بھی پھرتے ہیں
غنچہ لب گلبدن بھی پھرتے ہیں
دل ربا دل شکن بھی پھرتے ہیں

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عُرس حضرت سلیم چشتی کا

(۱۲)
کتنے نظروں سے زخمی ہوتے ہیں
کتنے الفت کے تخم بوتے ہیں
کتنے دل اپنا مفت کھوتے ہیں
کتنے موتی کھڑے پروتے ہیں

رشک ہی گلشن بہشتی کا
عُرس حضرت سلیم چشتی کا

(۱۳)
جانشیں ہیں جو صاحبِ مسند
اُنکی خوبی نظیر ہی بیحد
عارف الحق میاں علی احمد
سب پکارے ہیں خلق بیحد و عد

رشک ہی گلشنِ بہشتی کا
عُرس حضرت سلیم چشتی کا

نظم نمبر ۲۰
شب برات

(۱)
کیونکر کرے نہ اپنی نموداری شب برات
زندوں کی ہی زباں کی مزیداری شب برات
چلپک[لہ] چپاتی حلوے سے ہی بھاری شب برات
مُردوں کی روح کی ہی مددگاری شب برات

لگتی ہی سب کے دل کو غرض پیاری شب برات

(۲)
شکر کا جن کے حلوا ہوا وہ تو پورے ہیں
گڑ کا ہوا ہی جن کے وہ اُن سے ادھورے ہیں

لہ چلپک بروزن نغرک نانے کہ خمیر آں را تنک ساختہ در میان روغن بریاں کردہ باشند (برہان قاطع)۔

شکر نہ گڑ کا جن کے وہ پر کٹ لنڈورے ہیں　　اَوروں کے میٹھے حلوے چپاتی کو گھورے ہیں
اُنکی نہ آدھی پاؤ نہ کچھ ساری شب برات

(۳)
دنیا کی دولتوں میں جو زردار ہیں بڑے　　قندوں کے حلوے، روغنی نانیں لیئے کھڑے
پہنچاتے خوان پھرتے ہیں نوکر کئی پڑے　　زندے بھی راہ تکتے ہیں مُردے بھی ہیں کھڑے
ان خوبیوں کی رکھتی ہے طیاری شب برات

(۴)
ٹھلیا[ن] چپاتی حلوے کی تو سب میں چال ہے　　ادنا غریب کے تئیں یہ بھی محال ہے
کالے سے گڑ کی لپٹی[۱] کڑھی کی مثال ہے　　پانی سے ہانڈی گیہوں کی روٹی بھی لال ہے
کرتی ہے ایسی دُکھیا پسنہاری شب برات

(۵)
اور مفلسوں کی ہے یہ تمنا کی فاتحہ　　دریا پہ جاکے دیتے ہیں بابا کی فاتحہ
بھٹیاری کے تنور پہ نانا کی فاتحہ　　حلوائی کی دُکان پہ دادا کی فاتحہ
یاں تک تو آن پہ لاتی ہے ناچاری شب برات

(۶)
وارث ہیں جنکے جیتے وہ مُردے بھی آن کر　　حلوے چپاتی خوب ہی چکھتے ہیں پیٹ بھر
جنکا کوئی نہیں ہے وہ پھرتے ہیں دربدر　　اوروں کے تکتے پھرتے ہیں کونوں سے گھر بگھر
اُنکی ہے کھاری نون سے بھی کھاری شب برات

(۷)
ملّا جو دینے فاتحہ گھر گھر میں جاتے ہیں　　حلوا کہیں کہیں وہ چپاتی اُڑاتے ہیں
مفلس کوئی بلاوے تو مُنھ کو چھپاتے ہیں　　شکر کا حلوا سنتے ہی بس دوڑے جاتے ہیں
کہتے ہوئے یہ دل میں اہاہا ری شب برات"

(۸)
چھوڑتے[ن۱] ہے لٹو تو بنڑی ہر دم بنا کے جو　　حاکم کا پیادہ کہتا ہے یوں اُس سے[ن۲] تلخ ہو
کپڑے بدن بچا کے جو چاہو سو چھوڑ دو　　چھپر جلاؤ گے تو دلا دے گی صبح کو
تم سے چبوترے میں گنہگاری شب برات"

[ن] ٹھلیا — نسخے
[ن۱] چھوڑتے ہیں
[ن۲] اُن سے

[۱] لپٹی۔ کوئی سریش نما سیال غذا۔ بری قسم کا حلوا جس کا قوام گوند یا سریش کا سا یلا اور نفرت انگیز ہو۔

(۹)
پھرتے ہیں عشق بازجو لڑکے کی گھات میں
ٹونٹا ہی لے کے دیتے ہیں لڑکے کے ہات میں
مہتابی آکے چھوڑتے ہیں لڑکے جورات میں
کیا زرکیاں سی چھوڑتے ہیں ہنس ہنسکے ہات میں
کرتی ہے کام اُنکے بھی یوں جاری شب برات

(۱۰)
جو رنڈی باز ہیں وہ بہت دل میں شاد ہو
کیا کیا انار چھوڑتے ہیں بستنی ہو روبرو
اُن بی تم اپنی کُلھیا ہمیں چھوڑنے کو دو
اور چاہو تم ہمارا یہ ہت پھول چھوڑ لو
ہو جائے جس کے چھُٹتے ہی پھُلواری شب برات

(۱۱)
اور جو بہار حُسن کے ہیں پاکباز یار
گُلکاری چھوڑتے ہیں جہاں محبوب گلعذار
کہتے ہیں اُنکو دیکھ کے آنکھوں میں کرکے پیار
کیا چاہیے میاں تمھیں ہت پھول اور انار
تم پر تو آپ ہوتی اَب واری شب برات

(۱۲)
گھنچکر اپنے دم میں کہیں چرخ کھاتے ہیں
ٹوٹنے ہوائی سنگ کہیں قہقہاتے ہیں
زنپٹ زپٹ پٹاخے کہیں غُل مچاتے ہیں
لڑکوں کے باندھ غول کہیں لڑنے جاتے ہیں
کرتی ہے پھر تو ایسی دھواندھاری شب برات

(۱۳)
آکر کسی کے سر پہ چھچھوندر لگی کڑی
اوپر سے اور ہوائی کی آکر پڑی چھڑی
ہو گئی گلے کا ہار پٹاخے کی ہر لڑی
پانوں سے پٹی شور مچا کر قلم تڑی
کرتی ہے پھر تو ایسی ستمگاری شب برات

(۱۴)
چہرہ کسی کا جل گیا آنکھیں بھُلس گئیں
چھاتی کسی کی جل گئی باہیں بھُلس گئیں
ٹانگیں بچیں کسی کی تو رانیں بھُلس گئیں
موچھیں کسی کی پھُک گئیں پلکیں بھُلس گئیں
رکھتے کسی کی ڈاڑھی پہ چنگاری شب برات

(۱۵)
کوئی دوستوں کو دل میں سمجھتا ہے اپنے غیر
کوئی دشمنوں سے دل کا نکالے ہے اپنا بیر
کہتا ہے واں نظیر بھی آتش کی دیکھ سیر
یارب تو سب کی کیجیو برسا برس کی خیر
بے طرح کر رہی ہے نموداری شب برات

حاشیہ: لونڈے باز — چھوکرے کی گھات میں؛ لونڈے — ہنسکے — بات میں؛ غول — باندھ

سلہ یعنی آشنا کے ہاتھ

نظم نمبر ۲۱

عید

(۱) یوں لب سے اپنے نکلے ہی اب بار بار "آہ!" | کرتا ہی جس طرح کہ دلِ بیقرار آہ!
عالم نے کیا ہی عیش کی لوٹی بہار آہ! | ہم سے تو آج بھی نہ ملا وہ نگار آہ!

ہم عید کے بھی دن رہنے اُمیدوار آہ!

(۲) ہو جی میں اپنے عید کی فرحت سے شاد کام | خوباں سے اپنے اپنے لیے سب نے دل کے کام
دل کھول کھول سب ملے آپس میں خاص و عام | آغوشِ خلق گلبدنوں سے بھرے تمام

خالی رہا پر ایک ہمارا کنار آہ!

(۳) کیا پوچھتے ہو شوخ سے ملنے کی اب خبر | ملنا تو اک طرف ہی، عزیزو! کہ بھر نظر
کتنا ہی جستجو میں پھرے ہم اِدھر اُدھر | لیکن ملا نہ ہم سے وہ عیارِ فتنہ گر

پوشاک کی بھی ہم نے نہ دیکھی بہار آہ!

(۴) رکھتے تھے ہم اُمید یہ دل میں کہ عید کو | کیا کیا گلے لگاویں گے دلبر کو شاد ہو
سو تو وہ آج بھی نہ ملا شوخ حیلہ جو | تھی آس عید کی، سو گئی وہ بھی، دوستو

اب دیکھیں کیا کرے دلِ اُمیدوار آہ!

(۵) اُس سنگدل کی ہم نے غرض جب سے چاہ کی | دیکھا نہ اپنے دل کو کبھی ایک دم خوشی
کچھ اب ہی اُس کی جور و تعدی نہیں نئی | ہر عید میں ہمیں تو سدا یاس ہی ہی

کافر کبھی نہ ہم سے ہوا ہمکنار آہ!

(۶) اقرار ہم سے تھا کئی دن آگے عید سے | یعنی کہ عید گاہ کو جاویں گے تم کو لے
آخر کو ہم کو چھوڑ گئے ساتھ اَور کے | ہم ہاتھ ملتے رہ گئے اور راہ دیکھتے

کیا کیا غرض سہا ستمِ انتظار آہ!

(۷) کیونکر لگیں نہ دل میں مرے حسرتوں کے تیر | دن عید کے بھی مجھ سے ہوا وہ کنارہ گیر

اِس ورد کو وہ سمجھے جو ہو عشق کا اسیر — جس عید میں کہ یار سے ملنا نہ ہو نظیر
اُس کے اُپر تو حیف ہے اور صد ہزار آہ

نظم نمبر ۲۲

عید الفطر

تضمین

(۱)
ہے عابدوں کو طاعت و تجرید کی خوشی — اور زاہدوں کو زہد کی تمہید کی خوشی
رند عاشقوں کو ہے کئی اُمید کی خوشی — کچھ دلبروں کے وصل کی کچھ دید کی خوشی
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۲)
روزے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گال — خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید لال — دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑا تن کا بال بال
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۳)
پچھلے پہر سے اُٹھ کے نہانے کی دھوم ہے — شیر و شکر سویّاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جواں کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے — لڑکوں کو عیدگاہ کے جانے کی دھوم ہے
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۴)
بیٹھے ہیں پھول پھول کے میخانوں میں کلال — اور بھنگ خانوں میں بھی ہیں سرسبزیاں کمال
چھنتی ہیں بھنگیں اُڑتے ہیں چرسوں کے دم ڈال — دیکھو جدھر کو سیر مزا عیش قیل و قال
ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۵) کوئی تو مست پھرتا ہے جام شراب سے
کوئی پکارتا ہے کہ چھوٹے عذاب سے
کلّا کسی کا پھولا ہے لڈو کی چاب سے
چٹکاریں جی میں بھرتے ہیں نان و کباب سے

ایسی نہ شب برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۶) محبوب دلبروں سے ہے جن کی لگی لگن
ان کے گلے سے آن لگا ہے جو گلبدن
سو سو طرح کے چاؤ سے مل مل کے تن سے تن
کہتے ہیں "تم کو عید مبارک ہو جان من"

ایسی نہ شب برات، نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۷) کیا ہی مُعانقے کی مچی ہے اُلٹ پلٹ
ملتے ہیں دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ
پھرتے ہیں دلبروں کی بھی گلیوں میں غٹ کے غٹ
عاشق مزے اُڑاتے ہیں ہر دم لپٹ لپٹ

ایسی نہ شب برات، نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۸) کاجل حنا غضب مسی و پان کی دھڑی
پشوازیں سُرخ سوسنی لاہی کی پھلجھڑی
کُرتی کبھی دکھا کبھی انگیا کسی کڑی
کہ "عید عید" لوٹے ہیں دل کو گھڑی گھڑی

ایسی نہ شب برات، نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اِس عید کی خوشی

(۹) جو جو کہ اُن کے حُسن کی رکھتے ہیں دل سے چاہ
جاتے ہیں اُن کے ساتھ لگے تا بہ عیدگاہ
توپوں کے شور اور دوگانوں کی رسم و راہ
میانے کھلونے سیر مزے عیش، واہ واہ!

ایسی نہ شب برات، نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

(۱۰) روزوں کی سختیوں میں نہ ہوتے اگر اسیر
تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دل پذیر

سب شاد ہیں، گدا سے لگا شاہ تا وزیر　　دیکھا جو ہم نے خوب، تو سچ ہے میاں نظیرؔ

ایسی نہ شب برات، نہ بقر عید کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہے اس عید کی خوشی

نظم نمبر ۲۳

عیدگاہِ اکبر آباد

(۱)
ہے دھوم آج مدرسہ و خانقاہ میں　　تا نتے بندھے ہیں مسجدِ جامع کی راہ میں
گلشن سے کھِل رہے ہیں ہر اک کج کلاہ میں　　سو سو چمن جھلکتے ہیں اک اک نگاہ میں
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۲)
جھمکا ہے ہر طرف کو جو آبادِ لازری　　پوشاک میں جھلکتے ہیں سب تن ذری ذری
گلرو چمکتے پھرتے ہیں جوں ماہ و مشتری　　ہے سب کے عید عید کی دل میں خوشی بھری
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۳)
آتے ہیں گھر سے اپنے جو بن بن کے کج کلاہ　　صحنِ چمن ہے جتنی، ہے سب صحنِ عیدگاہ
چھاتی سے لپٹے جاتے ہیں ہنس ہنس کے خواہ مخواہ　　دل باغ باغ سب کے ہوتے ہیں فرحت سے، واہ واہ!
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۴)
کچھ بھیڑ سی ہے بھیڑ کہ بےحد و بے شمار　　خلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں بندھے ہر طرف ہزار
ہاتھی و گھوڑے بیل و رتھ و اونٹ کی قطار　　غل شور باجے بھوپے کھلونوں کی ہے پکار
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۵)
پہنے پھرتے ہیں شوخ کڑے اور ہنسلیاں　　پھولوں کی پگڑیوں میں ہیں شاخیں اُڑس لیاں
کمریں سبھوں نے ملنے کی خاطر ہیں کسلیاں　　ملتے ہیں یوں کہ چھاتی کی کڑکے ہیں پسلیاں
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۶)
آتے ہیں ملتے ملتے، جو عاشق پری رخاں　　دیتے ہیں مل نے والوں کو گھبرا کے گالیاں

تس پر بھی پلٹے جاتے ہیں جوں گڑ پہ مکھیاں
دامن کے ٹکڑے اُڑتے ہیں پھٹتی ہیں چولیاں
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۸) ہیں ملتے ملتے تن جو پسینوں میں تر بتر
چھپتے پھرے ہیں، لوگ بھی جاتے ہیں وہ جدھر
ملنے کے ڈر سے پھرتے ہیں چھپتے ادھر اُدھر
ٹھٹھا، ہنسی، و سیر تماشے جدھر تدھر
کیا کیا مزے ہیں عید کے آج عیدگاہ میں!

(۹) ہیں کرتے وصل شہر کے سب خُرد اور کبیر
ہر دم گلے لپٹ کے مرے یار دل پذیر
ادنےٰ غریب امیر سے لے شاہ تا وزیر
ہنس ہنس کے مجھ سے کہتا ہے یوں "کیوں میاں نظیر
کیا کیا مزے عید کے آج عیدگاہ میں"!

دوسری فصل تقریباتِ ہنود

نظم نمبر ۲۴

بسنت

تضمین

(۱) جب[۱] پھول کا سرسوں کے ہوا آکے کھلنتا
ہم نے بھی دل اپنے کے تئیں کرکے نچنتا
اور عیش کی نظروں سے نگاہوں کا لڑنتا
اور ہنس کے کہا یار سے اے لکڑ[۲] بھونتا:
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

(۲) اک پھول کا گیندوں کے منگا یار سے بجرا[۳]
جب آنکھ سے سورج[۴] کی ڈھلا رات کا گجرا
دس من کا لیا ہار گندھا ہاتھ کا گجرا
جا یار سے مل کر یہ کہا: "اے مرے رجرا[۵]
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

[۱] یہ نظم آزادوں کے لہجے میں لکھی گئی ہے۔ اسی واسطے ہر جگہ کھڑی بولی ہے۔ کھلنتا۔ لڑنتا۔ نچنتا۔ بسنتا۔ راجہ کی جگہ رجرا [۲] لکڑ بھونتا کے معنی کسی لغت میں نہیں ملے اور نہ مل سکتے تھے۔ یہ خاص تصرف میاں نظیر کا ہے۔ لڑکے کو آزادانہ شوخی سے لکڑ کر لیا گیا ہے۔ اور بھونتا بھانے سے بنا لیا گیا ہے یعنے وہ لڑکا جو سب کو بھائے۔ طفلِ عالم فریب۔ [۳] ایک قسم کی کشتی کا نام ہے۔ [۴] یعنی رات ہوئی [۵] راجہ کی تصغیر۔

(۳)
تھے اپنے گلے میں تو کئی من کے پڑے ہار
آنکھوں میں نشے مے کے اُبلتے تھے دُھواں دھار
اور یار کے گجرے بھی تھے اک دھَوں[1] کی مقدار
جو سامنے آتا تھا یہی کہتے تھے للکار
"سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا"

(۴)
پگڑی میں ہماری تھے جو گیندوں کے کئی پیڑ
ساقی نے بھی مٹکے سے دیا مُنھ کے تئیں بھیڑ
ہر جھونک میں لگتی تھی بسنتوں کے تئیں ایڑ
ہر بات میں ہوتی تھی اسی بات کی آچھیڑ
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا
جھوک

(۵)
پھر راگ بسنتی کا ہوا آن کے کھٹکا
دل کھیت میں سرسوں کے ہر اک پھول سے اٹکا
دھونسے کے برابر وہ لگا باجنے مٹکا
ہر بات میں ہوتا تھا اسی بات کا لٹکا
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

(۶)
جب کھیت پہ سرسوں کے دیا جا کے قدم گاڑ
محبوب رنگیلوں کی بھی اک ساتھ لگی جھاڑ[3]
سب کھیت اُٹھا سر کے اُپر رکھ لیا جھجھاڑ[2]
ہر جھاڑ سے سرسوں کے بھی کہتی تھی اکھی جھاڑ
"سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا"

(۷)
خوش بیٹھے ہیں سب شاہ و وزیر آج اہاہا!
بُلبُل کی نکلتی ہے صفیر آج اہاہا!
دل شاد ہیں ادنے و فقیر آج اہاہا!
کہتا یہی پھرتا ہے نظیر آج اہاہا!
سب کی تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

نظم نمبر ۲۵

ہولی (۱)

(۱)
ہوا جو آ کے نشاں آشکار ہولی کا
سرود رقص ہوا بے شمار ہولی کا
بجا رباب سے مل کر ستار ہولی کا
ہنسی خوشی میں بڑھا کاروبار ہولی کا
زباں پہ نام ہوا بار بار ہولی کا

[1] دھَوں بیس سیر کا ایک وزن۔ اصل میں آدھ من تھا کثرتِ استعمال سے دھوں ہو گیا۔ [2] جھجھ بڑی گھنی اور لمبی ڈاڑھی کو کہتے ہیں جھجھاڑ لمبی گھنی داڑھی والا۔ ڈاڑھی کی طرح گنجان گھنا
[3] جھاڑ بھیڑ۔

(۲)
خوشی کی دھوم سے ہر گھر میں رنگ بنوائے
گلال، عبیر کے بھر بھر کے تھال رکھوائے
نشوں کے جوش ہوئے، راگ رنگ ٹھہرائے
جھمکتے روپ کے بن بن کے سوانگ دکھلائے
ہوا ہجوم عجب ہر کنار ہولی کا

(۳)
گلی میں کوچے میں غُل شور ہو رہے اکثر
چھڑکنے رنگ لگے یار ہر گھڑی بھر بھر
بدن میں بھیگے ہیں کپڑے گُلال چہرونپر
مچی یہ دھوم تو اپنے گھروں سے خوش ہوکر
تماشا دیکھنے نکلے نگار ہولی کا

(۴)
بہارِ چھڑکواں کپڑوں کی جب نظر آئی
ہر عشق باز نے دل کی مُراد بھر پائی
نگہ لڑا کے پُکارا ہر ایک شیدائی:
میاں، یہ تُم نے جو پوشاک اپنی دکھلائی
خوش آیا اب ہمیں نقش و نگار ہولی کا

(۵)
تُمھارے دیکھ کے مُنھ پر گُلال کی لالی
ہمارے دل کو ہوئی ہر طرح کی خوش حالی
نگہ نے دی مئے گلرنگ کی بھری پیالی
جو ہنس کے دو ہمیں، پیارے، تُم اِس گھڑی گالی
تو ہم بھی جانیں کہ ایسا ہی پیار ہولی کا

(۶)
جو کی ہے تم نے یہ ہولی کی طُرفہ تیاری
تو ہنس کے دیکھو اِدھر کو بھی جانِ یکباری
تُمھاری آن بہت ہمکو لگتی ہے پیاری
لگا دو ہاتھ سے اپنے جو ایک پچکاری
تو ہم بھی دیکھیں بدن پر سنگار ہولی کا

(۷)
تُمھارے ملنے کا رکھ کر ہم اپنے دل میں دھیان
کھڑے ہیں آس لگا کر کہ دیکھ لیں اک آن
یہ خوش دلی کا جو ٹھہرا ہے آن کر سامان
گلے میں ڈال کے باہیں خوشی سے، تُم اے جان
پنھاؤ ہم کو بھی اک دم یہ ہار ہولی کا

(۸)
اُدھر سے رنگ لیے آؤ تُم، اِدھر سے ہم
گلال، عبیر ملیں مُنھ پہ ہو کے خوش ہر دم
خوشی سے بولیں، ہنسیں، ہولی کھیل کر باہم
بہت دنوں سے ہمیں تو، تُمھارے سر کی قسم
اسی اُمید میں تھا انتظار ہولی کا

(۹) بتوں کی گالیاں ہنس ہنس کے کوئی سہتا ہو
گلال پڑتا ہو کپڑوں سے رنگ بہتا ہو
لگا کے تاک کوئی منہ کو دیکھ رہتا ہو
نظیر یار سے اپنے کھڑا یہ کہتا ہو
"مزا دکھا ہمیں کچھ تو بھی یار ہولی کا"

نظم نمبر ۲۶

ہولی ۲

(۱) قاتل جو میرا اوڑھے اک سرخ شال آیا
کھا کھا کے پان ظالم کر ہونٹھ لال آیا
گویا نکل شفق سے بدر کمال آیا
جب منہ سے وہ پری رو مل کر گلال آیا
اک دم تو دیکھ اسکو ہولی کو حال آیا

(۲) عیش و طرب کا سامان ہو آج سب گھر اس کے
اب تو نہیں ہو کوئی دنیا میں ہمسر اس کے
از ماہ تا بماہی بندے ہیں سب زر اس کے
کل وقت شام سورج ملنے کو منہ پر اس کے
رکھ کر شفق کے سر پر طشت گلال آیا

(۳) خالص کہیں سے تازی اک زعفران منگا کر
مشک و گلاب میں بھی مل کر اسے بسا کر
شیشے میں بھر کے نکلا چپکے لگا چھپا کر
مدت سے آرزو تھی اک دم لگا چھکا کر (ٹکا چکا کر / تکا تکا کر)
اک دن صنم پہ جا کر میں رنگ ڈال آیا

(۴) ارباب بزم پھر تو وہ شاہ اپنے لے کر
سب ہمنشیں حسب دلخواہ اپنے لے کر
چالاک چست کافر گمراہ اپنے لے کر
دس بیس گلرخوں کو ہمراہ اپنے لے کر
یونہیں بھگونے مجھکو وہ خوش جمال آیا

(۵) عشرت کا اس گھڑی تھا اسباب سب مہیا
بہتا تھا حسن کا بھی اس جا پہ ایک دریا
ہاتھوں میں دلبروں کے ساغر کسی کے شیشا
کمروں میں، جھولیوں میں، سیروں گلال باندھا
اور رنگ کی بھی بھر کر مشک و پکھال آیا

(۶) عیاری سے پہلے اپنے تئیں چھپا کر (چھٹا کر)
چاہا کہ میں بھی نکلوں ان میں سے چھٹ چھٹا کر (چھپ چھپا کر)

دوڑے کئی یہ کہکر جاتا ہے دم چھڑا کر — اتنے میں گھیر مجھکو اور شور و غل مچا کر
اُس دم کمر کمر تک رنگ و گلال آیا

(۷) یہ چہل تو کچھ اپنی قسمت سے مچ رہی تھی — یہ آبرو کی پروہ حرمت سے بچ رہی تھی
کیسا سماں تھا کیسی شادی سی رچ رہی تھی — اُس وقت میرے سر پر اک دھوم مچ رہی تھی
اُس دھوم میں بھی مجھکو جو کچھ خیال آیا

(۸) لازم نہ تھی یہ حرکت اے خوش صفیر تجھکو — اظہر ہے سب کہے ہیں مل کر شریر تجھکو
کرتے ہیں اب ملامت خرد و کبیر تجھکو — لاحول پڑھ کے شیطان بولا نظیر تجھکو
"اب ہولی کھیلنے کا پورا کمال آیا"

نظم نمبر ۲۷

ہولی ۳

(۱) پھر آن کے عشرت کا مچا ڈھنگ زمیں پر — اور عیش نے عرصہ ہے کیا تنگ زمیں پر
ہر دل کو خوشی کا ہوا آہنگ زمیں پر — ہوتا ہے کہیں راگ کہیں رنگ زمیں پر
بجتے ہیں کہیں تال کہیں زنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۲) گھنگرو کی پڑی آن کے پھر کان میں جھنکار — سارنگی ہوئی بین طنبوروں کی مددگار
طبلوں کے ٹھکے طبل یہ سازوں کے بجے تار — راگوں کے کہیں غل کہیں ناچوں کے بندھے تار
ڈھولک کہیں جھنکار رہے ہے مردنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۳) اس رُت میں چمن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے — اور جنگل و بن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے
ہر شوخ کے تن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے — عاشق کے بدن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے
سب عیش کے رنگوں میں ہے ہم رنگ زمیں پر

ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۴)
مارا ہے پسپٹ ہولی کے رنگوں نے عجب جوش
ہیں ناچ کہیں راگ کہیں رنگ کہیں نوش
جو رنگ میں اک خلق بنی پھرتی ہے گل پوش
پیتے ہیں نشے عیش میں سب لوٹیں ہیں مے ہوش

معجون کہیں پیتے ہیں کہیں بنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۵)
میخانے میں دیکھو تو عجب سیر ہے یارو
مستی سے سوا عیش نہیں ہوش کسی کو
واں مست پڑے لوٹے ہیں اور کرتے ہیں ہو ہو
شیشوں میں پیالوں میں صراحی میں غٹاغٹ ہو

اُچھلے ہے پڑی بادۂ گلرنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۶)
گا گا کی پکاریں کہیں رنگوں کی چھڑک ہے
طبلوں کی صدائیں کہیں تالوں کی جھنک ہے
مینا کی بھبک اور کہیں ساغر کی چھلک ہے
تالی کی بہاریں کہیں ٹھلیا کی کھڑک ہے

بجتا ہے کہیں دف کہیں مرچنگ زمین پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۷)
مستی میں اُٹھا آنکھ جدھر دیکھو اہا ہا!
چلتے ہیں کہیں جام کہیں سوانگ کا چرچا
ناچے ہے طوائف کہیں مٹکے ہے بھویّا[1]
اور رنگ کو گلیوں میں جو دیکھو تو ہر اک جا

بہتی ہیں اُمنڈ کر جمن و گنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۸)
معمور ہے خوباں سے گلی کوچہ و بازار
چھایا ہے گلالوں کا ہر اک جا پہ دُھواندھار
اُڑتا ہے عبیر اور کہیں پچکاری کی ہے مار
پڑتی ہے جدھر دیکھو اُدھر رنگ کی بوچھار

ہے رنگ چھڑکنے سے ہر اک ڈھنگ زمیں پر

[1] ناچنے والا۔ بھاو بتا بتا کر ناچنے والا۔

ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمین پر

(۹)
بھاگے ہے کہیں رنگ کسی پر جو کوئی ڈال — وہ پوٹلی مارے ہے اُسے دوڑ کے فی الحال
یہ ٹانگ گھسیٹے ہے، تو وہ کھینچے پکڑ بال — وہ ہاتھ مروڑے، تو یہ توڑے ہے کھڑا گال

اس ڈھب کے ہر اک جا پہ مچے ڈھنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۱۰)
بیٹھے ہیں سب آپس میں نہیں ایک بھی کڑوا — پچکاری اُٹھا کر کوئی جھمکا وے ہے گھڑوا[۱]
بھرتے ہیں کہیں مشک، کہیں رنگ کا گڑوا[۲] — کیا شاد وہ ہوتا ہے جسے کہتے ہیں بھڑوا

سنتے میں یہاں تک نہیں اب تنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

(۱۱)
ہولی کی نظیر اب جو بہاریں ہیں، اہاہا! — محبوب رنگیلوں کی قطاریں ہیں، اہاہا!
کپڑوں پہ جمی رنگ کی دھاریں ہیں، اہاہا! — سب ہولی ہے ہولی ہے پکاریں ہیں اہاہا!

کیا عیش ہے کیا رنگ ہے کیا ڈھنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

نظم نمبر ۲۹

ہولی ۸

(۱)
جب آئی ہولی رنگ بھری سو ناز و ادا سے مٹک مٹک — اور گھونگٹ کے پٹ کھول دیے وہ روپ دکھایا چمک چمک
کچھ مکھڑا کرتا دمک دمک کچھ ابرن[۳] کرتا جھلک جھلک — جب پاؤں رکھا خوش وقتی سے تب پائل باجی جھنک جھنک

کچھ اچھلیں سینئیں ناز بھریں کچھ کو دیں آہیں تھرک تھرک

(۲)
یہ روپ دکھا کر ہولی کے جب نین رسیلے ٹک مٹکے — منگوائے تھال گلالوں کے بھر ڈالے رنگوں سے مٹکے
پھر سانگ بہت تیار ہوئے اور ٹھاٹھ خوشی کے جھمکے — غل شور ہوئے خوشحالی کے اور ناچنے گانے کے کھٹکے

۱ گھڑوا ہاتھ کا ایک ہندوانہ زیور ۲ پانی رکھنے کا ایک برتن ۳ ابرن یا ابھرن زیور ۵ نگاہیں

مردنگیں باجیں تال بجے کچھ کھنک کھنک کچھ دھنک دھنک

(۳)
پوشاک چھڑکوان سے ہر جا تیاری رنگیں پوشوں کی
اور بھیگی جاگہ رنگوں سے ہر کنج گلی اور کوچوں کی
ہر جاگہ زرد لباسوں سے ہوئی زینت سب آغوشوں کی
سو عیش و طرب کی دھومیں ہیں اور محفل میں مہ نوشوں کی

ہیں نکلی جام گلابی سے کچھ لہک لہک کچھ چھلک چھلک

(۴)
ہر چار طرف خوش وقتی سے دف باجے رنگ و رنگ ہوئے
کچھ دھومیں فرحت عشرت کی کچھ عیش خوشی کے رنگ ہوئے [راگ اور رنگ ہوئے]
دل شاد ہوئے خوشحالی سے اور عشرت کے سو ڈھنگ ہوئے
یہ جھمکی رنگت ہولی کی جو دیکھنے والے دنگ ہوئے

محبوب پری رو بھی نکلے کچھ جھجک جھجک کچھ ٹھٹک ٹھٹک

(۵)
جب خوباں آئے رنگ بھرے پھر کیا کیا ہولی جھمک اٹھی
کچھ حسن کی جھمکیں ناز بھریں کچھ شوخی ناز اداؤں کی
سب چاہنے والے گرد کھڑے نظارہ کرتے ہنسی خوشی
محبوب نشے کی خوبی میں پھر عاشق اوپر گھڑی گھڑی

ہیں رنگ چھڑکتے سرخی کے کچھ لپک لپک کچھ جھپک جھپک

(۶)
ہر دھوم خوشی کی ہر جانب اور کثرت ہے خوش وقتی کی
ہیں چرچے ہوتے فرحت کے اور عشرت کی بھی دھوم مچی
خوباں کے رنگیں چہروں پر ہر آن نگاہیں ہیں لڑتی
محبوب بھگوئیں عاشق کو اور عاشق ہنس کر انکو بھی

خوش ہو کر انکو بھگوویں ہیں کچھ اٹک اٹک کچھ ہمک ہمک

(۷)
وہ شوخ رنگیلا جب آیا یاں ہولی کی کر تیاری
پوشاک سنہری زیبِ بدن اور ہاتھ چمکتی پچکاری
کی رنگ چھڑکنے سے کیا کیا اس شوخ نے ہر دم عیاری
ہم نے بھی نظیرؔ اس چنچل کو پھر خوب بھگویا ہر باری

پھر کیا کیا رنگ بہے اس دم کچھ ڈھلک ڈھلک کچھ چھپک چھپک

نظم نمبر ۲۹

ہولی ۵

(۱)
میاں تو ہم سے نہ رکھ کچھ غبار ہولی میں
کہ روٹھے ملتے ہیں آپس میں یار ہولی میں
مچی ہے رنگ کی کیسی بہار ہولی میں
ہوا ہے زورِ چمن آشکار ہولی میں

عجب یہ ہند کی دیکھی بہار ہولی میں

(۲)
*اب اس مہینے میں پہنچی ہی یاں تلک یہ چال
بنا کے چاند اور سورج کے آسمان پر تھال
فلک کا جامہ پہن سُرخیِ شفق سے لال
فرشتے کھیلیں ہیں ہولی بنا عبیر و گُلال
تو آدمی کا بھلا کیا شمار ہولی میں؟

بھی ہی

(۳)
سُنا کے ہولی جو زہرہ بجاتی ہی طنبور
چھوؤں ستاروں کے اوپر پڑا ہی رنگ کا نور
تو اُس کے راگ سے بارہ بروج ہیں معمور
سبھوں کے سر پہ یہ ہر دم پکارتی ہی حور
"کہ تو رنگ سے کوئی مت کیجو عار ہولی میں"

مقام سے

(۴)
جو گھِر کے ابر کبھی اس مزے میں آتا ہی
خوشی سے رعد بھی ڈھولک کی گت لگاتا ہی
تو بادلوں میں وہ کیا کیا ہی رنگ لاتا ہی
ہوا کو ہولیاں گا گا کے کیا کیا نچاتا ہی
تمام رنگ سے پُر ہی بہار ہولی میں

(۵)
چمن میں دیکھو تو دن رات ہولی رہتی ہی
نسیم پیار سے غنچے کا ہاتھ گہتی ہی
شرابِ ناب کی گلشن میں نہر بہتی ہی
اور باغبان سے بلبل کھڑی یہ کہتی ہی
"نہ چھیڑ مجھ کو تو اے بد شعار ہولی میں"

(۶)
گلوں نے پہنے ہیں کیا کیا ہی چڑے رنگ رنگ
ہوا سے پتّوں کے بجتے ہیں تال اور مردنگ
کہ جیسے لڑکے یہ معشوق پہنتے ہیں تنگ
تمام باغ میں کھیلیں ہیں ہولی گل کے سنگ
عجب طرح کی مچی ہی بہار ہولی میں

(۷)
امیر جتنے ہیں سب اپنے گھر میں ہیں خوش حال
بنا کے گہری طرح حوض حل کے سب فی الحال
قبائیں پہنے ہوے تنگ تنگ گل کی مثال
مچاتے ہولیاں آپس میں لے عبیر و گُلال
بنے ہیں رنگ سے رنگیں نگار ہولی میں

بنے

(۸)
برج کی ہولی کا سماں
یہ سیر ہولی کی ہم نے تو برج میں دیکھی
کوئی تو ڈوبا ہی دامن سے لے کے تا چولی
کہیں نہووے گی اس لطف کی میاں ہولی
کوئی تو مرلی بجاتا ہی کہ "کنھیا جی"

* جو بند بہت اچھے معلوم ہوے ہیں اُن پر صاد کا نشان کر دیا گیا ہی تا کہ ناظرین کو اُن بندوں پر خاص توجہ ہو اور پکڑتی ہی۔ تھامتی ہی۔ بانسری—

ہے دھوم دھام یہ بے اختیار ہولی میں

(۹) گھروں سے سانوری اور گوریاں نکل چلیاں | کسنبی اوڑھنی اور مست کرتی اچھلیاں (اچپلیاں)
جدھر کو دیکھیں اُدھر مچ رہی ہیں رنگ رلیاں | تمام برج کی پریوں سے بھر رہیں گلیاں

مزا ہے سیر ہے در ہر کنار ہولی میں

(۱۰) جو کچھ کہاتی ہے ابلا بہت پیا ماری | چلی ہے اپنے پیا پاس لے کے پچکاری
گلال دیکھ کے پھر چھاتی کھول دی ساری | پیا کی چھاتی سے لگتی وہ چاؤ کی ماری

نہ تاب دل کو رہی ہے نہ قرار ہولی میں

(۱۱) جو کوئی سیانی ہے اُن میں تو کوئی ہے ناکند | وہ شور بور تھی سب رنگ سے نپٹ یک چند
کوئی دلاتی ہے ساتھن کو یار کی سوگند | کہ "اب تو جانہ وا نگیا کے ٹوٹے ہیں سب بند

پھر آ کے کھیلیں گے ہو کر دو چار ہولی میں"

(۱۲) نظیر ہولی کا موسم جو جگ میں آتا ہے | وہ ایسا کون ہے ہولی نہیں مناتا ہے؟ (موسم پھاگن کا)
کوئی تو رنگ چھڑکتا ہے کوئی گاتا ہے | جو خالی رہتا ہے وہ دیکھنے کو جاتا ہے

جو عیش چاہو سو ملتا ہے یار ہولی میں

نظم نمبر ۳۰

ہولی ۶

سفید و زرد کی لڑائی

(۱) جُدا نہ ہم سے ہو اے خوش جمال ہولی میں | کہ یار پھرتے ہیں یاروں کی نال[۱] ہولی میں
ہر ایک عیش سے ہے گا بحال ہولی میں | بہار اور کچھ اب کی ہے سال ہولی میں

مزا ہے سیر ہے ہر سو کمال ہولی میں

(۲) سبھوں کے عیش کو پھاگن کا یہ مہینا ہے | سفید و زرد میں لیکن کمال کینا ہے

لہ زن نازک اندام ۲ھ ساتھ۔سنگ -

طلا کا زرد کے سر بسر خزینا ہی ❊ سفید پاس فقط سیم کا دفینا ہی

ہر ایک دل میں ہی رستم و زال ہولی میں

(۳) کہا سفید سے آخر کو زرد نے یہ پیام ❊ کہ "ای سفید تو اب چھوڑ دے جہاں کا مقام

میں آیا اب تو مرا بندوبست ہوگا تمام ❊ تو مجھ سے آن کے مل چھوڑ اپنی ضد کا کلام

وگرنہ کھینچے گا تو انفعال ہولی میں

(۴) ملے گا مجھ سے تو میں تجھ کو پھر بڑھاؤں گا ❊ "بنا کے آپ سا پاس اپنے لے بٹھاؤں گا"

کہا سفید نے "میں مطلقاً نہ آؤں گا ❊ تجھی کو بعد کئی دن کے میں بھگاؤں گا

تو اپنا دیکھیو کیا ہوگا حال ہولی میں"

(۵) یہ سن کے طیش میں آ زرد کا سپہ سالار ❊ چڑھ آیا فوج کو لے کر سفید پر یک بار

ادھر سفید بھی لڑنے کو ہو کے آیا سوار ❊ صفیں مقابلہ دونوں کی جب ہوئیں تیار

ہوا کرخت جواب و سوال ہولی میں

(۶) ملا ادھر سے سفید اور ادھر سے زرد بہار ❊ گھٹائیں رنگ برنگ فوجوں کی جھکیں سرشار

پکھالیں، مشکیں چھٹیں، رنگ کی پڑی بوچھار ❊ اور چار طرف سے پچکاریوں کی مارا مار

اڑا زمیں سے زماں تک گلال ہولی میں

(۷) یہاں تو دونوں میں آپس میں ہو رہی یہ جنگ ❊ ادھر سے آیا جو اک شوخ بارخ گلرنگ

ہزاروں نازنیں معشوق اور اس کے سنگ ❊ نشے میں مست، کھلی زلف، جوڑے رنگ برنگ

کہا کہ "پوچھو تو کیا ہی یہ حال ہولی میں"

(۸) کہا کسی نے کہ "ای بادشاہِ مہرویاں" ❊ سفید و زرد یہ آپس میں لڑ رہے ہیں یہاں"

یہ سن کے آپ وہ دونوں کے آگیا درمیاں ❊ ادھر سے تھا بنا اُسے، اور ادھر سے اسکو کہا "

تم اس قدر نہ کرو اختلال ہولی میں"

(۹) کہا "تمھاری خصومت کا ماجرا ہی کیا؟" ❊ کہا سفید نے "ناحق یہ زرد ہی لڑتا"

یہ سُن کے اُس نے وہیں اپنا اک منگا جوڑا
پھر اپنے ہاتھ سے جوڑے کو چھڑکوا اں رنگوا [1]
کہا کہ دونوں رہو شامل حال ہولی میں"

(۱۰)
پھر اپنے تن میں جو پہنا وہ خلعتِ رنگیں
ہزاروں لڑکوں نے پہنے وہ جوڑے پھر دوں ہیں
سبھوں کو حکم کیا "تم بھی پہنو اب یوں ہیں"
پکاری خلق کہ "انصاف چاہیے یو نہیں"
ہوا پھر اور ہی حسن و جمال ہولی میں

(۱۱)
میاں ہیں کیا کہوں پھر اس فرے کی ٹھہری بہا
ہزاروں باغ رواں ہیں کروڑوں ہیں گلزار
جدھر کو آنکھ اٹھا کر نظر کرو اک بار
چمن چمن پڑے پھرتے ہیں سروِ گل رخسار
عجب بہار کے ہیں نونہال ہولی میں

(۱۲)
جو نہر حسن کی ہر موج مار چلتی ہے
اگاڑی مست صفِ گلعذار چلتی ہے
علم لیے ہوئے آگے بہار چلتی ہے
پچھاڑی عاشقوں کی سب قطار چلتی ہے
سبھوں کے دل میں خوشی کا خیال ہولی میں

(۱۳)
گلال عبیر سے کتنے بھرے ہیں چوپائے
کوئی کہے ہے کسی سے کہ "ہم بھی لو آئے"
تمام ہاتھوں میں گڑوے بھی رنگ کے لائے
تو اُس سے کہتا وہ ہنسکر کہ "آمرے جائے"
ہنسی خوشی کا ہے قال و مقال ہولی میں

(۱۴)
اسی بہار سے گوکل پورے میں جا پہنچے
سب عالم گنج میں شاہ گنج و تاج گنج پھرے
اور منڈی نائی کی اور سید خاں کی منڈی سے
ہیں شہر میں نہیں اور گرد شہر کے رہتے
ہوا ہجوم کا بحرِ کمال ہولی میں

(۱۵)
سبھوں کو لے کے کناری بزار میں آئے
کہ پیل منڈی و پتی گلی سے بھی آئے
پھر موتی کڑے بلتھی [2] کے لوگ سب دھائے
جہان تہاں سے یہ گھر گھر کے لوگ سب دھائے
کہ بنیواؤں سے کہ دیکھیں جمال ہولی میں

[1] پانی رکھنے کا برتن [2] بلتھی آگرے کا ایک محلہ جہاں ہندوؤں کی آبادی ہے۔

(۱۶) ہوئی جو سب میں شریف و رذیل میں ہولی
کسی کا بھر گیا جامہ کسی کی پگڑی بھری
تو پہلے رنگ کی پچکاریوں کی مار ہوئی
کسی کے منھ پہ لگائی گلال کی مٹھی
تو رفتہ رفتہ ہوئی پھر یہ چال ہولی میں

ف: ذلیل

(۱۷) گھٹائیں مشک و گلالوں کی جھوم کر آئیں
صبا نے رنگ کی بوچھاریں آکے برسائیں
سنہری بجلیاں پچکاریوں کی چمکائیں
ہوا نے آن کے ساون کی جھڑیاں بنوائیں
لگی برسنے کو مشک و گلال ہولی میں

ف: بندھوائیں

(۱۸) ادھر گلال کا بادل بھی چھا گیا گھنگھور
یہ لڑکے نازنیں بولیں ہیں کوکلا جوں مور
صدائے رعد ہوئی ہر کسی کا غل اور شور
تمام رنگ کی بوچھار سے ہیں شورا بور
عجب ہی رنگ لگی برشگال ہولی میں

(۱۹) لگا کے چوک سے اور چار سو تلک دیکھا
تمام بھیڑ سے ہر طرف بند ہے رستا
کہ جا کہ ایک بھی تل دھرنے کی نہیں ہے ذرا
تس اوپر رنگ کا بادل ہوا اسقدر برسا
کہ ہر گلی میں بہا ڈھولی کھال[1] ہولی میں

(۲۰) نظیر ہولی تو ہے ہر نگر میں اچھی خوب
کہاں ہیں ایسے صنم اور کہاں ہیں یہ محبوب؟
ولیک ختم ہوا آگرے پہ یہ اسلوب
جنھوں کے دیکھے سے عاشق کا ہووے تازہ قلوب
تری نرالی ہے یاں چال ڈھال ہولی میں

ف: تازہ ہوئے قلوب
ف: پڑی

نظم نمبر ۲۱

ہولی

(۱) ملنے کا ترے رکھتے ہیں ہم دھیان، ادھر دیکھ
ہم چاہنے والے ہیں ترے جان، ادھر دیکھ
بھاتی ہے بہت ہم کو تری آن، ادھر دیکھ
ہولی ہے صنم ہنس کے تو اک آن، ادھر دیکھ
اے رنگ بھرے نو گلِ خنداں، ادھر دیکھ

[1] ڈھولی کھال آگرے میں غالباً جمنا کی کسی چھوٹی سی شاخ کا نام ہے۔ ممکن ہے کہ یہ دھوبی کھال ہو یعنی جمنا کا وہ حصہ جہاں دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔

(۲)
ہم دیکھنے تیرا یہ جمال اس گھڑی، ای جاں
تو دل میں نہ رکھ ہم سے ملال اس گھڑی، ای جاں
آئے ہیں یہی کر کے خیال اس گھڑی، ای جان
مکھڑے پہ ترے دیکھ گلال اس گھڑی، ای جان

ہولی بھی یہی کہتی ہے، ای جان! ادھر دیکھ

(۳)
اب زرد یہ چیرا جو ترے سر پہ جما ہے
نیمہ بھی ترا رنگ سے کیسر کے بھرا ہے
اور اُس پہ یہ طُرّہ جوزری کا بھی دھرا ہے
پوشاک پہ تیری گلِ صد برگ فدا ہے

نرگس تری آنکھوں پہ ہے قربان، ادھر دیکھ

(۴)
ہولی کی طرب ہے جو ہر اک جا میں نمودار
ہے دل میں ہمیں تو تری نظروں سے سروکار
سنتے ہیں کہیں راگ، کہیں مے سے ہیں سرشار
پچکاری ہمارے تو لگا، یا نہ لگا یار

ہمکو تو فقط ہے یہی ارمان، ادھر دیکھ

(۵)
ہے دھوم سے ہولی کی کہیں شور کہیں غُل
دف بجتے ہیں، سب ہنستے ہیں اور دھوم ہے بالکل
ہوتا نہیں کچھ رنگ چھڑکنے میں تامُّل
ہولی کی خوشی میں تو نہ کر ہم سے تغافُل

ای جان ہمارا بھی کہا مان، ادھر دیکھ

(۶)
ہے دید کی ہر آن طلب دل کو ہمارے
ہیں یاں جو کھڑے آن کے اس شوق کے مارے
جیتے ہیں فقط تیری نگاہوں کے سہارے
ہم ایک نگہ کے ترے مشتاق ہیں پیارے

ٹک پیار کی نظروں سے مری جان! ادھر دیکھ

(۷)
ہر چار طرف ہولی کی دھومیں ہیں اہاہا!
ہر آن جھمکتا ہے عجب عیش کا چرچا
دیکھو جدھر آتا ہے نظر زور تماشا
ہولی کو نظیر اب تو کھڑا دیکھے ہے یاں کیا؟

محبوب یہ آیا ارے نادان ادھر دیکھ

نظم نمبر ۳۲

ہولی ۸ ہولی کی بہاریں

(۱)
جب پھاگن رنگ جھمکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی
اور دف کے شور کھڑکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی
جب

پریوں کے رنگ دمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
خُم شیشے جام چھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
محبوب نشے میں چھکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۲)
ہو ناچ رنگیلی پریوں کا بیٹھے ہوں گُلرو رنگ بھرے
کچھ بھیگی تانیں ہولی کی کچھ ناز و ادا کے ڈھنگ بھرے
دل بھولے دیکھ بہاروں کو اور کانوں میں آہنگ بھرے
کچھ طبلے کھڑکیں رنگ بھرے کچھ عیش کے دم منہ چنگ بھرے
کچھ گھنگرو تال چھنکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۳)
سامان جہاں تک ہوتا ہے اس عشرت کے مطلوبوں کا
وہ سب سامان مہیا ہو اور باغ کھلا ہو خوبوں کا
ہر آن شرابیں ڈھلتی ہوں اور ٹھٹھ ہو رنگ کے ڈوبوں کا
اس عیش مزے کے عالم میں اک غول کھڑا محبوبوں کا
کپڑوں پر رنگ چھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۴)
گلزار کھلے ہوں پریوں کے اور مجلس کی طیاری ہو
کپڑوں پر رنگ کے چھینٹوں سے خوش رنگ عجب گلکاری ہو
منہ لال گلابی آنکھیں ہوں اور ہاتھوں میں پچکاری ہو
اس رنگ بھری پچکاری کو انگیا پر تک کر ماری ہو
سینوں سے رنگ ڈھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۵)
اس رنگ رنگیلی مجلس میں وہ رنڈی ناچنے والی ہو
منہ جس کا چاند کا ٹکڑا ہو اور آنکھ بھی مے کی پیالی ہو
بدمست بڑی متوالی ہو ہر آن بجاتی تالی ہو
مے نوشی ہو بے ہوشی ہو بھڑوے کی منہ میں گالی ہو
بھڑوے بھی بھڑوا بکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۶)
اور ایک طرف دل لینے کو محبوب بھویّوں[1] کے لڑکے
ہر آن گھڑی گت بھرتے ہوں کچھ گھٹ گھٹ کے کچھ بڑھ بڑھ کے
کچھ ناز جتا دیں لڑ لڑ کے کچھ ہولی گا دیں اڑ اڑ کے
کچھ لچکے شوخ کمر پتلی کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھڑکے
کچھ کافر نین مٹکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

کھٹکے

(۷)
ہو دھوم عبیروں کی تس پر چھائے ہوں ہر گالوں کے
اور بھڑوا بھڑوا کہہ کر آ گھیریں غول[2] ... کے
کچھ ریلے رنگ چھڑکنے کے کچھ نقشے بھیگے بالوں کے
کچھ ہاتھ پکڑ کچھ ... مل کچھ بوسے لے گالوں کے
جی جان مزے میں چھکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی

[1] بھاو بتا کرنا چنے والے لونڈے۔ [2] نقطے یا ستارے جہاں بنے ہوئے ہیں وہاں سے بعض قابلِ عذر الفاظ محذوف ہیں۔

(۸)
دیکھ اُن کی انگیا زنگ بھری اک دل میں جوش اُٹھے بارے
کوئی دیکھ پکارے: "میارے!" کوئی دیکھ پکارے: "دیا رے!"
ہو تیر کھڑا ... میں چھٹتے ہوں ... کے فوارے
غٹ چنچل غول ... کے اُس تیر کی ہیبت کے مارے
دہشت سے دُور بھٹکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(ن: کھوسح)

(۹)
شہ زور کماں ہو ... کی اور تیر کھڑا فولادی سر
کوئی بھاگے ہاتھ کو پیچھے رکھ کوئی بھاگے ہاتھ کو آگے دھر
ہر آن اُچھل کر لگتا ہو اُس تودے پر اُس تودے پر
غٹ چنچل شوخ نشانوں کے اُس تیر کڑے سے ڈر ڈر کر
سب آگا پیچھا ڈھکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۱۰)
غٹ چنچل شوخ ... میں اُس تیر کی اگر ہل چل ہو
کوئی ہاتھ رکھے ہو ... پر اور پیٹ کسی کا کھل کھل ہو
کوئی انگیا ڈھانکے پھرتی ہے کوئی لیتی منہ پر آنچل ہو
سینے سے سینہ لگ لگ کر سو عیش مزے کی ہل دل ہو
... کے جوش بھڑکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۱۱)
اُس جوش اُبلتی ... میں پھر اگر دھینگا مشتی ہو
کچھ ہاتھ پکڑ کچھ ... مل کچھ منہ میں مشتا ہشتی ہو
وہ ریلا کر کے آن پڑے، اور یاں ... کی پستی ہو
بن جائے اکھاڑا عشرت کا، اور عیش و طرب کی کشتی ہو
سب تن کے ہاڑ کھڑکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۱۲)
کوئی نیچے دب کر کہتی ہو چلا کر "ہائے کچل ڈالا"
کوئی پیٹ پکڑ کر بھاگی ہو یوں کہتی "ہی ہی ہی مل ڈالا!"
... پر مار کے ہاتھوں کو ... بھی صاف مسل ڈالا
کوئی دھوم مچا کر کہتی ہو: "کم بخت نے سینہ دل ڈالا"
جب یہ غل شور کھڑکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(۱۳)
یہ دھوم مچی ہو ہولی کی، اور عیش مزے کا جھکڑ ہو
معجون شرابیں ناچ مزا، اور ٹکیا سلفا اکّڑ بکّڑ ہو
اُس کھینچا کھینچ گھسیٹی پر بھڑوے رنڈی کا پھکڑ ہو
لڑ بھڑ کے نظیر بھی نکلا ہو کیچڑ میں لتھڑ پتھڑ ہو
جب ایسے عیش مہکتے ہوں، تب دیکھ بہاریں ہولی کی

(ن: پھکڑ خندی)

نظم نمبر ۳۳

ہولی ۹

(۱)
آ جھمکے عیش و طرب کیا کیا جب حسن دکھایا ہولی نے
ہر آن خوشی کی دھوم ہوئی یوں لطف جتایا ہولی نے

ہر خاطر کو خرسند کیا ہر دل کو لُبھایا ہولی نے
دف رنگیں نقش سُنہری کا جس وقت بجایا ہولی نے
بازار گلی اور کوچوں میں غُل شور مچایا ہولی نے

(۲)
یا سوانگ کہوں یا رنگ کہوں یا حُسن بتاؤں ہولی کا
سب ابرن تن پر جھمک رہا اور کیسر کا ماتھے ٹیکا
ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلانا سج دھج شوخی کا
ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم اٹھکھیلی کا
دل شاد کیا اور موہ لیا یہ جوبن پایا ہولی نے

(۳)
کچھ طبلے کھٹکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجی
کچھ چھڑپیں بین ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بجی
کچھ تار طنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھمی اور مُنھ چنگ بجی
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم جھم کچھ گت گت پر آہنگ بجی
ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

(۴)
ہر جاگہ تھال گلالوں سے خوش رنگت کی گلکاری ہے
اور ڈھیر عبیروں کے لاگے سو عشرت کی تیاری ہے
ہیں راگ بہاریں دکھلاتے اور رنگ بھری پچکاری ہے
مُنھ سرخی سے گلنار ہوئے تن کیسر کی سی کیاری ہے
یہ روپ جھمکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

(۵)
پوشاکیں چھڑکیں رنگوں کی اور ہر دم رنگ افشانی ہے
ہر وقت خوشی کی جھمکیں ہیں پچکاریوں کی زرفشانی ہے
کہیں ہوتی ہے دھینگا مشتی کہیں ٹھہری کھینچا تانی ہے
کہیں لُٹیاں جھمکتی رنگ بھری کہیں جوتا کیچڑ پانی ہے
ہر چار طرف خوشحالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے

(۶)
ہر آن خوشی سے آپس میں سب ہنس ہنس رنگ چھڑکتے ہیں
رخسار گلالوں سے گلگوں کپڑوں سے رنگ ٹپکتے ہیں
کچھ آل اور رنگ سب جھمکتے ہیں کچھ مے کے جام چھلکتے ہیں
کچھ کودے ہیں کچھ اچھلے ہیں کچھ ہنستے ہیں کچھ بکتے ہیں
ن جھلکے
یہ طور یہ نقشا عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے

(۷)
محبوب پری رو پیاروں کی ہر جانب نوک جھوکی ہے
کچھ آن رنگیلی چلتی ہے کچھ بان اُدھر سے روکی ہے
کچھ سینیں ترچھی سحر بھری کچھ گھات لگاوٹ خوکی ہے
کچھ شور ہاہاہا کا کچھ دھوم اہو ہو ہو کی ہے
یہ عیش، یہ حظ، یہ کام، یہ ڈھب ہر آن جتایا ہولی نے

(۸)
معجونوں سے رنگ لال ہوئے کہیں چلتی مے کی پیالی ہے
کہیں ساز طرب کے بجتے ہیں دل شادی مُنھ پر لالی ہے

سو کثرتِ عیش و مسرت کی، خوشوقتی اور خوشحالی ہی
کچھ بولی ٹھولی پیار بھری کچھ گالی ہی، کچھ تالی ہی
ان چرچوں کا، ان چہلوں کا یہ تار لگایا ہولی نے

(۹) ہیں کیا کیا سر میں رنگ بھرے اور سوانگ بھی کیا کیا آتے ہیں
کر باتیں ہر دم چہل بھری خوش ہنستے اور ہنساتے ہیں
کچھ جوگی چیلے بیٹھے ہیں، کچھ کامنیوں[1] کی گاتے ہیں
کچھ اور طرح کے سوانگ نہیں کچھ ناچتے ہیں کچھ گلے دیتے ہیں
ہر آن نظیر اس فرحت کا سامان دکھایا ہولی نے

نظم نمبر ۳۴

دوالی کا سامان

(۱) ہر اک مکان میں جلا پھر دیا دوالی کا
ہر اک طرف کو اُجالا ہوا دوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دوالی کا
کسی کے دل کو مزا خوش لگا دوالی کا
عجب بہار کا ہی دن بنا دوالی کا

(۲) جہاں میں، یارو، عجب طرح کا ہی یہ تیوہار
کسی نے نقد لیا، اور کوئی کرے ہی اُدھار
کھلونے کھیلوں بتاسوں کا گرم ہی بازار
ہر اک دُکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہی بہار
سبھوں کو فکر ہی اب جا بجا دوالی کا

(۳) مٹھائیوں کی دُکانیں لگا کے حلوائی
پکارتے ہیں کہ لالہ دوالی ہی آئی
بتاسے لے کوئی، برفی کسی نے تُلوائی
کھلونے والوں کی اُن سے زیادہ بن آئی
گویا انھوں کے واں راج آگیا دوالی کا

(۴) صرف حرام کی کوڑی کا جن کا ہی بیوپار
انھوں نے کھایا ہی اس دن کے واسطے ہی اُدھار
کہے ہیں ہنس کے قرضخواہ سے ہر اک اکبار
دوالی آئی ہی سب دے چلائیں گے ای یار
خدا کے فضل سے ہی آسرا دوالی کا

[1] کامنی دلربا حسین عورت۔ اس لفظ کا استعمال بعض ٹھمری میں جوگن کے ساتھ بھی پایا گیا ہی۔ جیسے لٹ دھاری جوگن کامنیاں۔ لہذا اس میں جوگ کا مفہوم بھی شامل ہی۔ یعنی حسین جوگن۔ یا جوگن کے بھیس میں حسین زن۔ گات کی جمع گاتیں نون کے ساتھ ہی مگر یہاں برعایت قافیہ نون کو حذف کر دیا ہی۔

وہاں

(۵)
مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوری رکھوائی — جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی
اَصَل جُواری تھے اُن میں تو جان سی آئی — خوشی سے کود اُچھل کر پکارے "او بھائی"
شگون پہلے کرو تم ذرا دوالی کا

(۶)
شگن کی بازی لگی پہلے یار گنڈے کی — پھر اُس سے بڑھکے لگی تین چار گنڈے کی
پھِری جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی — تو آگے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی
کمال نرخ لگا پھر تو آو دوالی کا

(۷)
کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری — جو کچھ تھی جنس میسّر بنا بنا ہاری
کسی نے چیز کسی کی چُرا چھپا ہاری — کسی نے گٹھری پڑوسن کی اپنی لا ہاری
یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دوالی کا

(۸)
کسی کو داؤ پہ لانگی موٹھ نے مارا — کسی کے گھر پہ دھرا سوختہ نے انگارا
کسی کو نردنے چوپڑ کے کر دیا زارا[1] — لنگوٹی باندھ کے بیٹھا اِزار تک ہارا
یہ شور آکے مچا جا بجا دوالی کا

(۹)
کسی کی جورو کہے ہے پکار "او بھڑوے — بہو کی نوگرہی لے بیٹے کے ہاتھ کے کھڑوے
جو گھر میں آوے تو سب مل کہے ہیں سو گڑوے — نکل تو یاں سے ترا کام یاں نہیں بھڑوے
خدا نے تجکو تو شُہدا کیا دوالی کا

(۱۰)
وہ اُس کے جھونٹے پکڑ کر کہے ہے "دو مارونگا — ترا جو گہنا ہے سب تار تار اُتاروں گا
حویلی اپنی تو اک داؤ پر میں ہاروں گا — یہ سب تو ہارا ہوں خندی تجھے بھی ہارونگا
چڑھا ہے مجکو بھی اب تو نشا دِوالی کا

(۱۱)
تجھے خبر نہیں خندی یہ لت وہ پیاری ہے — کسی زمانے میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اُس نے جورو کی نتھ اور ازار اُتاری ہے — اِزار کیا ہے کہ جورو تلک بھی ہاری ہے
سُنا یہ تو نے نہیں ماجرا دوالی کا

بھری — نوگری — وارونگا

[1] زار کا مزید علیہ ہے۔ تباہ حال۔ زار و نزار۔

(١٢) جہاں میں یہ جو دوالی کی سیر ہوتی ہے
جو ہارے اُنپہ خرابی کی فیر ہوتی ہے
تو زر سے ہوتی ہے اور زر بغیر ہوتی ہے
اور اُن میں آن کے جن جن کی خیر ہوتی ہے
تو آڑے آتا ہے اُن کے دیا دوالی کا

ایا

(١٣) یہ باتیں سچ ہیں، نہ جھوٹ اِن کو جانیو، یارو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھانیو، یارو
نصیحتیں ہیں، اِنھیں دل میں ٹھانیو، یارو
جو جُواری ہو نہ بُرا اُس کا مانیو، یارو
نظیر آپ بھی ہے جُوار یا دوالی کا

نظم نمبر ٣٥

راکھی

(١) چلی آتی ہے اب تو ہر کہیں بازار کی راکھی
بنی ہے گو کہ نادر خوب، ہر سردار کی راکھی
سُنہری، سبز، ریشم، زرد، اور گلنار کی راکھی
سلونوں میں عجب رنگیں ہے اُس دلدار کی راکھی
نہ پہونچے ایک گُل کو یار جس گلزار کی راکھی

(٢) عیاں ہے اب تو راکھی بھی، چمن بھی، گُل بھی، شبنم بھی
تماشا ہے اہا ہا ہا! غنیمت ہے یہ عالم بھی
جھمک جاتا ہے موتی، اور جھلک جاتا ہے ریشم بھی
اُٹھانا ہاتھ پیارے واہ واٹک دیکھ لیں ہم بھی
تمھاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی

(٣) مچی ہے ہر طرف کیا کیا سلونوں کی بہار اب تو
ہوس جو دل میں گزرے ہے کہوں کیا آہ میں تم کو
ہر اک گُلرو پھرے ہے راکھی باندھے ہاتھ میں خوش ہو
یہی آتا ہے جی میں بن کے باہمن آج تو، یارو
میں اپنے ہاتھ سے پیارے کے باندھوں پیار کی راکھی

(٤) ہوئی ہے زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے
دوانی بلبلیں ہوں دیکھ گُل چُننے لگیں تنکے
ولیکن تم سے اب جان اور کچھ راکھی کے گُل پھولے
تمھارے ہاتھ نے مہندی نے انگشتوں نے ناخن نے
گلستاں کی، چمن کی، باغ کی، گلزار کی راکھی

(٥) ادا سے ہاتھ اُٹھتے ہیں، گُلِ راکھی جو ہلتے ہیں
کلیجے دیکھنے والوں کے کیا کیا آہ اب چھلتے ہیں

کہاں نازک یہ پہونچے اور کہاں یہ رنگ ملتے ہیں | چمن میں شاخ پر کب اسطرح کے پھول کھلتے ہیں

جو کچھ خوبی میں ہو اُس شوخ گل رخسار کی راکھی

(۶) پھریں ہیں راکھیاں باندھے جو ہر دم حُسن کے تارے | تو اُنکی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے تارے
پہن زُنّار اور قشقہ لگا ماتھے اُپر بارے | نظیر آیا ہو باہمن بن کے راکھی باندھنے پیارے

بندھالو اُس سے تم ہنس کر اب اس تیوہار کی راکھی

نظم نمبر ۳۶

کنہیا جی کی راس

تضمین

(۱) کیا آج رات فرحت و عشرت اساس ہو | ہر گلبدن کا رنگین و زرّیں لباس ہو
محبوب دلبروں کا ہجوم آس پاس ہو | بزم طرب ہو عیش ہو پھولوں کی باس ہو

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس[۱] ہو:
"دیکھو بہاریں، آج کنہیا کی راس ہو"

(۲) بکھرے پڑے ہیں فرش پہ مُقیش اور زری | بجتے ہیں تال گھنگرو و مردنگ و خنجری
سکھیاں پھرے ہیں ایسی کہ جوں حور اور پری | سُن سُن کے اُس ہجوم میں موہن[۲] کی بانسری

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہو:
"دیکھو بہاریں، آج کنہیا کی راس ہو"

(۳) آئے ہیں دھوم سے جو تماشے کو گلبدن | گویا کہ کِھل رہے ہیں گلوں کے چمن چمن
کرتے ہیں نرت[۳] کُنج بہاری بصد برن[۴] | اور گھنگروؤں کی سُن کے صدائیں چھنن چھنن

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہو:

[۱] بلاس خوشی عیش۔چین۔اطمینان۔سکھ بلاس کلام عشرت فرجام [۲] موہن فریفتہ کرنے والا۔کشن کے بیسیوں ناموں میں سے ایک نام یہ بھی ہو۔
اور نام جو اس نظم میں مستعمل ہوے ہیں یہ ہیں: کُنج بہاری۔نند لال۔مُرلیا والے۔کانو جی کنہیا [۳] نرت ناچ [۴] برن رنگ۔

"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"

(۴)
پہنچے ہے آسماں تئیں مردنگ کی گمک
کرتی ہے مست دل کو مکٹ[۵۱] کی ہر اک جھلک
آواز گھنگروؤں کی قیامت جھنک جھنک
ایسا سماں بندھا ہے کہ ہر دم للک للک

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے:
"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"

(۵)
حلقہ بنا کے کشن جو ناچیں ہیں ہاتھ جوڑ
اگر کسی کو پکڑے ہیں، دیں ہیں کسی کو چھوڑ
پھرتے ہیں اس مزے سے کہ لیتے ہیں دل مروڑ
یہ دیکھ دیکھ کشن کا آپس میں جوڑ توڑ

جوڑ توڑ

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے:
"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"

(۶)
ناچیں ہیں اس بہار سے بن ٹھن کے نندلال
ہنستے ہیں، چھیڑتے ہیں، ہر اک کو دکھا جمال
سر پر مکٹ براجے ہے، پوشاک تن میں لال
سکھیوں کے ساتھ دیکھ کے یہ کانھ جی کا حال

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے:
"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"

(۷)
ہے روپ کشن جی کا جو دیکھو عجب انوپ[۵۲]
مہتابیاں چھٹیں ہیں، گویا کھل رہی ہے دھوپ
اور اُن کے ساتھ چلے ہے سب گوپیوں کا روپ
اس روشنی میں دیکھے وہ روپ اور سروپ[۵۳]

دیا نے

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے:
"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"

(۸)
ہنستی ہوئی جو پھرتی ہیں ساتھ ان کے گوپیاں
کرتی ہیں کشن جی سے ہر اک آن آن بان
ہیں اُن میں رادھا[۵۴] ایسی کہ تاروں میں چندرماں[۵۵]
آپس میں اُن کے رمز و اشارات کر کے دھیان

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے:

[۵۱] مکٹ تاج [۵۲] انوپ بے مثل بے نظیر نادر لاجواب [۵۳] حسنِ شمائل [۵۴] رادھا کنھیا جی کی معشوقہ جنکو رادھکا بھی کہتے ہیں [۵۵] چندرماں ہندوؤں کی زبان میں چاند۔

	"دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"	
(۹)	اس شہر میں نظیر جو بیکس غریب ہے شب کو گیا تھا اس میں کچھ کرکے راہ طَو	رہتا ہے مست حال میں اپنے بغیر مَے جاکر جو دیکھتا ہے تو واں سچ ہے کرکے "جَے!"
	ہے آن گوپیوں کا بھی سُکھ بلاس ہے: "دیکھو بہاریں، آج کنھیّا کی راس ہے"	

تیسری فصل - میلے

نظم نمبر ۳۷

آگرے کی تیراکی

(۱)	جب[۱] پیرنے کی رُت میں دلدار پیرتے ہیں بھولے سیانے نادان، ہشیار پیرتے ہیں	عاشق بھی ساتھ اُن کے غمخوار پیرتے ہیں پیر و جواں، و لڑکے، عیّار پیرتے ہیں
	ادنےٰ، غریب، مفلس، زردار پیرتے ہیں اس آگرے میں کیا کیا، اے یار، پیرتے ہیں	

[۱] اس نظم میں دوم سوم چہارم تین بندوں میں ساری دقتیں بند ہیں۔ دوسرے اور تیسرے بند میں تو آگرے کے محلے اور مقامات مشہورہ وغیر مشہورہ ہیں، اور چوتھے میں دریا کی مختلف کیفیتوں اور پانی کی مختلف ہیاتوں کے نام مقامات کی تحقیق ہو جاسکتی ہے۔ میری تحقیق میں وہ مقامات یہ ہیں:-

جھرنا۔ تجایا سہجا کا نالا۔ چھتری۔ برج خونی۔ دوا کا چوترا۔ مہتاب باغ۔ سید تیلی۔ قلعہ۔ روضہ۔ حکیم کا باغ۔ شیو داس کا چمن۔

پانی کی مختلف ہیاتوں کی تحقیق ذرا مشکل ہے جن ہیاتوں کا چوتھے بند میں ذکر ہے اُن کی تحقیق بعض مستند فرہنگ نگار اور آگرے کے ایک کہن مشق نکتہ پرداز سے کی گئی مگر پھر بھی بطور کامل نہ ہو سکی ہر چند مؤخر الذکر فاضل نے آگرے کے پُرانے پُرانے پیراکوں سے بھی مدد لی۔ پہلا ہی لفظ کھری سمجھ میں نہ آیا۔ بعض نسخوں میں اس کو کھڑی بالرائے المشقلہ لکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کھُری ہے یعنی وہ ہیات پانی کی جس میں سطحِ آب پر چھوٹے چھوٹے سُم کے سے نشان نظر آتے ہیں اس کے بعد پھر اخیر کے چند لفظوں میں دقت ہے۔ کسی پچھاڑ کو کوئی صاحب ایک لفظ قیاس کرکے کشتی پچھاڑ فرماتے ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کستی الگ ہے اور پچھاڑ الگ۔ کرا کو بعض حضرات کرایڑ پڑھتے ہیں بعض گرا بیچ میں جن ہیاتوں کا ذکر ہے گو اُن کی لفظی تحقیق ہو گئی ہے مگر معنی میں اُن کے بھی اختلاف ہے میری تحقیق ناقص کے مطابق تحقیقِ الفاظ یوں ہے۔ کھُری۔ چادر۔ بند۔ ناند۔ چکوا۔ ینڈا (یا نیڈھا)۔ بھنور۔ اُچھالن چکر۔ سلیٹ مالا۔ نیڈا گھیر۔ تختہ۔ کستی۔ پچھاڑ۔ کرا (یا گرا) معنی

بقیہ نوٹ صفحہ ۶۸ پر ملاحظہ فرمائیں

(۲) جھرنے سے نے کے یارو سجا کا تاپیا لا ۔ چھتری سے برج خونی، دارا کا چونترا کیا
مہتاب باغ، سید تیلی، قلعہ، و روضا ۔ غُل شور کی بہاریں انبوہ، سیر، چرچا

ف سہجاں کا تابہا لا

ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا ای یار پیرتے ہیں

(۳) باغ حکیم، اور خوشیو داس کا چمن ہے ۔ اُن میں جگہ جگہ پر مجلس ہے، انجمن ہے
میوہ، مٹھائی کھاتے، اور ناچ دل لگن ہے ۔ کچھ پیرنے کی دھومیں، کچھ عیش کا چلن ہے

ف کھانے

ہر اک مکاں میں ہو کر ہشیار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا ای یار پیرتے ہیں

(۴) برسات میں جو آکر چڑھتا ہے خوب دریا ۔ ہر جا کھڑی و چادر بند اور ناند چکوا
مینڈا بھنور اُچھالن چکر سمیٹ مالا ۔ مینڈ اُگھیر، تختہ، کستی، پچھاڑ، کرا

واں بھی ہنر سے اپنے ہشیار پیرتے ہیں
اِس آگرے میں کیا کیا، ای یار پیرتے ہیں

(۵) تربینی میں اہاہا ہوتی ہیں کیا بہاریں ۔ خلقت کے ٹھٹھ ہزاروں پیراک کی قطاریں
پیریں، نہاویں، اُچھلیں، کودیں، لڑیں، پکاریں ۔ کے کتے وہ چھینٹ، غوطے کھا کھا کے ہاتھ ماریں

کیا کیا تماشے کر کر اظہار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا ای یار پیرتے ہیں

(۶) جمنا کے پاٹ گویا صحن چمن ہے بارے ۔ پیراک اُسمیں پیریں جیسے کہ چاند تارے
مُنہ چاند کے سے ٹکڑے، تن گورے، پیارے پیارے ۔ پریوں سے بھر رہے ہیں منجدھار اور کنارے

کچھ وار پیرتے ہیں کچھ پار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا ای یار پیرتے ہیں

(۷) کتنے کھڑے ہیں پیریں، اپنا دکھا کے سینا ۔ سینہ چمک رہا ہے ہیرے کا جوں نگینا

ف ہی

آدھے بدن پہ پانی، آدھے پہ ہو پسینا — سردوں کا بہ چلا ہو گویا کہ اک قرینا

دامن کمر پہ باندھے دستار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا! ای یار پیرتے ہیں!

(۸) جاتے ہیں اُن میں کتنے پانی پہ صاف سوتے — کتنوں کے ہاتھ پنجرے کتنوں کے سر پہ طوطے
کتنے پتنگ اُڑاتے، کتنے سوئی پرِوتے — حقّوں کا دم لگاتے ہنس ہنس کے شاد ہوتے

توستے

سو سو طرح کا کر کر بستار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا! ای یار پیرتے ہیں

(۹) کچھ ناچ کی بہاریں، پانی کے کچھ لتاڑے — دریا میں مچ رہے ہیں، اندر کے سو اکھاڑے
لبریز گلرخوں سے دونوں طرف کراڑے — بجرے، و ناؤ، چھوڑ و سنگے، بنے نواڑے

ان جگھٹوں سے ہو کر سرشار پیرتے ہیں
اس آگرے مین کیا کیا! ای یار، پیرتے ہیں!

(۱۰) ناؤں میں وہ جو گلرو ناچوں میں چھک رہے ہیں — جوڑے بدن میں رنگیں، گہنے بھبک رہے ہیں
تانیں ہوا میں اُڑتیں، طبلے کھڑک رہے ہیں — عیش و طرب کی دھومیں، پانی چھپک رہے ہیں

سو ٹھاٹھ کے بنا کر اطوار پیرتے ہیں
اس آگرے مین کیا کیا! ای یار پیرتے ہیں!

(۱۱) ہر آن بولتے ہیں "سیّد کبیر کی جے!" — پھر اُس کے بعد "اپنے اُستاد پیر کی جے!"
"مُور[۱] و مکٹ کنھیا جمنا کے تیر[۲] کی جے!" — پھر غول کے سب اپنے خرد و کبیر کی جے!"

ہر دم یہ کر خوشی کی گفتار، پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا! ای یار، پیرتے ہیں

(۱۲) کیا کیا نظیر یاں کے ہیں پیرنے کے بانی — ہیں جن کے پیرنے کی ملکوں میں آن بانی
اُستاد اور خلیفہ شاگرد یار جانی — سب خوش رہیں، ہیں جب تک جمنا کے بیچ پانی

[۱] مُور: پھولوں کا سہرا۔ [۲] تیر: کنارہ۔

کیا کیا ہنسی خوشی سے ہر بار پیرتے ہیں
اس آگرے میں کیا کیا ای یار پیرتے ہیں!

نظم نمبر ۳۸

بلدیو[1] جی کا میلا

ترجیع بند

(۱)
کیا وہ دلبر کوئی نویلا[2] ہے — ناتھ ہے اور کہیں وہ چیلا[3] ہے
موتیا ہے، چنبیلی بیلا ہے — بھیڑا ہنوہ ہے، اکیلا ہے
شہری، قصباتی اور گنویلا[4] ہے — زر اشرفی ہے، پیسا، دھیلا ہے
ایک کیا کیا وہ کھیل کھیلا ہے — بھیڑ ہے خلقتوں کا ریلا ہے

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲)
ہے کہیں یار، اور کہیں اغیار — کہیں عاشق ہے، اور کہیں دلدار
کہیں بستی ہے، اور کہیں گلزار — کہیں جنگل ہے، اور کہیں بازار
وہی بھگتی[5] ہے، اور وہی اوتار[6] — اسکی لیلائیں کس سے ہوں اظہار
آپ آتا ہے دیکھنے کو بہار — آپ کہتا ہے یوں پکار پکار

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۳)
ہے کہیں رام، اور کہیں لچھمن — کہیں کچھ مچھ ہے، اور کہیں راون
کہیں بارا، کہیں مدن موہن — کہیں بلدیو، اور کہیں سیکشن
سب سروپوں میں ہیں اسی کے جتن — کہیں نرسنگ ہے وہ نارائن

[1] بلدیو کرشن کے بڑے بھائی بلرام کا لقب ہے [2] نویلا نیا، نادر - طرفہ کار، عجوبہ [3] مالک [4] غلام [5] گانوں کا لینے والا - دہقانی [6] زاہد پرہیزگار [7] مجسم خدا [8] بشن کے دس اوتار ہیں اس تفصیل سے (۱) مچھ اوتار (۲) کچھ اوتار (۳) باراہ اوتار (۴) نرسنگھ اوتار (شیر اوتار) (۵) بونا اوتار (۶) پرسرام اوتار (۷) رام اوتار (۸) بلرام اوتار (بلدیو جی) (۹) بدھ اوتار (۱۰) کلنکی اوتار

کہیں نکلا ہے سیر کو بَٹھ بن ۔ کہیں کہتا پھرے ہے یوں بن بن

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!!

(۴)
آج میلے کا یاں جو ہے سامان ۔ آتے ہیں دور دور سے انسان
کوئی درشن[۱] کوئی دُعائیں مان ۔ سب کی ہوتی ہیں مشکلیں آسان
ہر طرف کھل رہے گُل و ریحان ۔ ہار، بدّھی، مٹھائی، اور پکوان
بھیڑ، انبوہ، غل، دُکان دُکان ۔ اور یہی شور ہر گھڑی، ہر آن

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۵)
ہر طرف حُسن کی پُکاریں ہیں ۔ دلربا سو بَرن سنوار رہیں ہیں
اک طرف نوبتیں جھنکاریں ہیں ۔ جھانجھ، مردنگ، راس دھاریں ہیں
کہیں عاشق نظارے ماریں ہیں ۔ سو نگاہوں کی جیت ہاریں ہیں
سیر ہے، دید ہے، بہاریں ہیں ۔ کر کے جے جے یہی پکاریں ہیں؛

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۶)
اتنے لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہیں آ ۔ جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہے جا
لے کے مندر سے دو دو کوس لگا ۔ باغ و بن بھر رہے ہیں سب ہر جا
ہیں ہزاروں بساطی اور سودا ۔ لاکھوں بِکتے ہیں گہنے اور مالا
بھیڑ، انبوہ، اور دھرم دھکّا ۔ جس طرف دیکھیے اہا ہا ہا!

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

[۱] بن سنور کر [۲] زیارت ـ

(۷)

بسکہ اُمڈے ہیں خلقتوں کے دَل
چوک، بازار، فوج، اور دنگل
کوئی انبوہ میں رہا ہے کچل
کتنے کرتے ہیں جست، کو دُاُچھل

جابجا بھر رہے ہیں جبہ[۱] جنگل
جنگلوں میں ہیں مچ رہے منگل
کوئی دھکّوں میں کر رہا مل دل
کتنے کہتے ہیں مور چھل جھل جھل:

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!!

(۸)

ہیں ہزاروں ہی جنس کے ہٹے
پیڑے، لڈو، جلیبی، اور گٹّے
کوئی توکر رہا ہے چھل بٹّے
پُر ہیں مندر کے کوٹھے اور اٹّے

موتی مونگا اور آرسی بٹّے
گولے، نارنگی، سنگترے، کھٹّے
کوئی چپڑ رہا ہے کھیر کے چٹّے
بوڑھے لڑکے جوان اور کٹّے

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!!

(۹)

لوگ چاروں طرف سے آتے ہیں
دل سے سب درشنوں کو جاتے ہیں
جھانجھ، مردنگ، دف، بجاتے ہیں
دل میں پھولے نہیں سماتے ہیں

آکے عیش و طرب سناتے ہیں
اپنے دل کی مُراد پاتے ہیں
راس منڈل بھجن سُناتے ہیں
سب یہ ہنس ہنس کے کہتے جاتے ہیں:

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!!

۱ جر مترادف جتھ - یہاں اس کا استعمال اُس قبیل سے ہے جیسے گھر گرست - لاؤلشکر - فوج نمایش ۲ ہٹ یا ہٹا بازار ۳ ڈبا زیورات رکھنے کی ڈبیا ۴ گنڈا ریوڑی کی قسم کی ایک مٹھائی ۵ لیموں کی ایک قسم جو بہت ترش ہوتی ہے ۶ چھل بٹے فن فریب ۷ چٹا چاٹ سے ماخوذ ہے - وہ غذا جو معمولی غذا کے علاوہ تبدیلِ ذائقہ کے لیے پکایا کرتے ہیں شلاً فرنی - شیر برنج ۸ اٹا گنیوں میں - تخفیف سُنا گیا ہے اوپر کی منزل - اٹاری بھی اسی سے ہے ۹ کٹا مضبوط ہاتھ پاؤں کا تھی - اس کا استعمال اب عموماً پٹھے کے ساتھ ہوتا ہے ہٹا کٹا بھلا چنگا ۱۰ وہ بھجن جو راس میں جشن کے ساتھ گائے جاتے ہیں خوشی سے کہ بھجن -

(۱۰) ہجومِ نازنیناں

ہر طرف گلبدن رنگیلے ہیں
بات کے ترچھے اور کٹیلے[1] ہیں
گشتک، تر، نرم، سوکھے، گیلے ہیں
جوڑے بھی سُرخ، سبز، پیلے ہیں

آنکھ پلک، غنچہ لب، سجیلے ہیں
دل کے لینے کو سب ہٹیلے ہیں
ٹیڑھے، بلدار، اور نکیلے ہیں
پیار، اُلفت، بہانے، حیلے ہیں

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۱۱) چوروں کی دست بُرد

خلق آتی ہے سب جُڑی جھَبڑی[2]
کوئی دوڑے ہے ہاتھ لیے لکڑی:
جیب کتری[3] کہیں گئی پکڑی
چور کی تاک سے کہیں پکڑی

چیز رکھتے ہیں باندھ کر جکڑی
"دوڑیو، چور لے چلا گٹھڑی"
کہیں لوٹی دکان اور ہٹڑی[4]
سو تماشے، ہنسی، خوشی، پھکڑی　[illegible]

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۱۲)

نازنیں ہیں وہ سانوری گوری
ہے کرے چتون نگاہ کی ڈوری
دھوم، نازو ادا، جھکا، جھوری
گھونگھٹوں میں ہیں کر رہی چوری

جن کی نازک ہے اک پری پوری
دل کو چھینے ہیں سب برا زوری
برج میں جیسے مچ رہی ہوری
چوری کیسی، کہ صاف سرزوری

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!"

(۱۳) نہان

گنڈ پر ہی نہان ہوتے ہیں
جس میں گنگا[5] برن کے سوتے ہیں

---

[1] کٹیلا چالاک۔ بہادر [2] جُھبڑی یا جھُنجھڑی سخت۔ مضبوط۔ مستحکم۔ بندھی ہوئی۔ جکڑی ہوئی [3] جیب کتری جیب کترنے کا آلہ۔ یا عورت جیب کترنے والی [4] ہٹڑی ہٹ یا ہاٹ کی تصغیر [5] گنگا کی رنگت کے۔ صاف شفاف۔

پانی لے ہاتھ مُنھ کو دھوتے ہیں
کتنے جا کر بنوں میں سوتے ہیں
ان بہاروں میں ہوش کھوتے ہیں
کتنے کنٹھی کھڑے پروتے ہیں
بندروں میں چنوں کو بوتے ہیں
سو مزے سو تماشے ہوتے ہیں

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۱۴)
کوئی آ کر بہانے اور مِس[1] سے
ہوتے ہیں آملاپ جس تس سے
کوئی کھویا گیا ہے مجلس سے
کہنی بازو میں لگ رہے گھِسّے
مل رہا ہے، ملا ہے دل جس سے
لڑ رہا ہے کوئی کہیں رِس[2] سے
کون چلّائے، پوچھے کس سے
اور دھکا پیل اور گھماں گھِسّے

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۱۵)
ناچ اور راگ کے کھڑاکے ہیں
نقلیں، قصّے، کہانی، ساکے[3] ہیں
کہیں آغوش کے لپاکے[5] ہیں
تھرتھری، دانت پڑ کڑاکے ہیں
گھنگرو اور تال کے جھناکے ہیں
کھنڈ[4]، دُوہرے، کبت، کتھا کے ہیں
کہیں بوسوں کے سو جھپاکے ہیں
تپّہ جاڑے کے سو جھڑاکے ہیں

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

[1] حیلہ۔ فریب [2] غصّہ۔ شکر رنجی۔ برافروختگی [3] ساکے سے وہ داستانیں مُراد ہیں جو کچھ ہندو ایک جگہ بیٹھ کر اپنے نامور بہادروں کے متعلق دل بہلانے کے لیے گا گا کر بیان کرتے ہیں مثلاً آلّا اودل کی لڑائی۔ کنور بجی کے معرکے۔ ساکے ہندوؤں میں شاہنامہ اور داستانِ خمستہ ورداستان امیر حمزہ وغیرہ کے قائم مقام ہیں۔ [4] اصطلاحِ شعر میں جس کو بند کہتے ہیں اُسی کو ہندی میں کھنڈ کہتے ہیں۔ ہر کھنڈ کے بعد دُوہرا بطور ٹیپ کے آتا ہے [5] لپا کے جھپا کے لپک جھپک کے تفخیمی صیغے ہیں۔ اس تفخیم میں کسی قدر ظریفانہ شوخی بھی

(۱۶) صحن مندر کی کیفیت

صحن مندر کا سب سے ہی اعلا
ہورہا جھانکیوں کا اُجیالا
ہر کوئی درشنوں کا متوالا
کوئی ڈُنڈوتیں کر رہا لالا

اُس کا گنبد ہی عالم بالا
پردے جیسے ہیں چاند پر ہالا
کوئی جپتا ہی دھیان میں مالا
کوئی "جے جے!" کرے ہی دھن والا

رنگ ہی، رُوپ ہی، جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی!

(۱۷)

ہی جو مندر میں آپ وہ لالن
نئی پوشاک، اور نئے بھوجن
آرتی کی کہیں مچی ٹھن ٹھن
تال، مردنگ، جھانجھ کی جھن جھن

ہر گھڑی میں بدل رہے ہیں برن
نئی جھانکی ہی، اور نئے درشن
کہیں گھنٹوں کی ہو رہی چھن چھن
خاص پرشاد مصری اور ماکھن

رنگ ہی، رُوپ ہی، جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی!

(۱۸)

کوئی چنچل سے چلے ہی ٹھمکی چال
آنکھوں میں حسن کے نشے رنگ لال
کچھ وہ پوشاک کچھ وہ حسن و جمال
ڈالدیں ہار کا گلے میں جال

کچھ وہ پتلی کمر، وہ لمبے بال
مصری ماکھن کے ہاتھوں اوپر تھال
مالنوں کا زیادہ اُن سے کمال
بڈھی ہو کر لیں صاف دل کو نکال

رنگ ہی، رُوپ ہی، جھمیلا ہی
زور بلدیو جی کا میلا ہی!

(۱۹)

بسکہ آتے ہیں راجہ اور رانی
اور لاکھوں میں رانی اور نانی

۱؎ جھانکیاں ورتیجے۔ غرفے ۲؎ معشوق حقیقی ۳؎ آرتی ایک خاص رسم ہی کہ تھال میں چو مکھ رکھ کر بت کے سر کے گرد پھراتے ہیں۔ اس کے ساتھ گھنٹا بھی بجایا جاتا ہی ۴؎ تبرک ۵؎ ماکھن مکھن کا ہندوانہ لہجہ۔

بھیڑ انبوہ کی فراوانی
پالکی، ہاتھی، گھوڑے، رتھ بانی
کچھ نہیں مول تول کیا مانی
اور ہجوموں کی لاکھ طغیانی
جوگی، بیراگی، گیانی، اور دھیانی
پانی کا دودھ، دودھ کا پانی

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۰)
کتنے کچے ہیں، کتنے پکے ہیں
چونٹ کھٹ ہیں، اور اُچکے ہیں
بھیڑ انبوہ اور بھڑکے ہیں
پالکی، ہاتھی، گھوڑے، ڈھکے ہیں
اُن کے منھ اور اُچھال سے چھکے ہیں
دودھ، کھویا، ملائی، سے چکنے ہیں
دھوم دھونسوں کی، اور دھڑکے ہیں
سو تماشے ہیں، سو جھمکے ہیں

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۱)
لاکھوں بیٹھے بساطی اور منہار
چوری ہنسگری کی اک طرف جھنکار
ٹوٹے پڑتے گنواری اور گنوار
گر کے دے گالی، یوں کہے ہے پکار
اپنا سب گرم کر رہے بازار
نوگرھی، پوتھ، انگوٹھی، چھلے، ہار
جس گنواری کو چلیے دھکا مار
گیسوا ٹھلا چلے ہے داڑھی جار

رنگ ہے، روپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۲)
مٹی اور کاٹھ کے کھلونے ڈھیر
کوئی کمھاری سے کہ رہا ہے پھیر
کوئی کنجڑن سے لڑ رہا منھ پھیر
کوئی لیوے ہے، کوئی دیوے پھیر
کوئی کاچھن سے چن رہا ہے بیر
کوئی بنیے کو مارتا ہے سیر

حاشیہ: پانی — ؟ — اوبلے منھ

۱ اوگی ہندی میں خاموشی کو کہتے ہیں ۲ ایک بڑا یا ڈھیر اڈھول ۳ چوڑیاں بیچنے والا ۴ لاکھ یا شیشے کی چوڑی ۵ عورت باغبان۔

گالی دے، مار کوٹ سانجھ سویر — لاٹھی پاٹھی ہے، شور، غُل، اندھیر

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۳)
سیکڑوں رنگ رنگ کی چھڑیاں — پھول، گیندوں کے ہار کی لڑیاں
کہیں چھوٹیں انار، پھلجھڑیاں — کہیں کھلتی ہیں دل کی گلجھڑیاں[لہ]
کہیں اُلفت سے انکھڑیاں لڑیاں — کہیں باہیں گلے میں ہیں پڑیاں
عیش عشرت کی لُٹ رہیں دَھڑیاں — دال موٹھیں، منگوچھی، اور بڑیاں

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۴)
لگ رہی بھیڑ اس قدر ٹھٹھ ہو — راہ آگے کو، اور نہ پیچھے کو
جو جہاں تھا وہیں[ل] پھنسا پھر دو — جس کو کھینچے ہیں گر پڑے ہے سو
بیٹھے کہتے ہیں کھا کے دھکّوں کو: — "جے مہاراج! رام رام بھجو"
اور گنوار دل پکار کر "ہو ہو"! — اب تو کٹھّہ وارو ہے لگانے کو

ل وہاں

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

(۲۵)
کیا مچی ہے بہار، جے بلدیو! — عیش کے کاروبار، جے بلدیو!
دھوم لیل و نہار، جے بلدیو! — ہر کہیں آشکار، جے بلدیو!
ہر زباں پہ ہزار، جے بلدیو! — دمبدم یادگار، جے بلدیو!
کہہ نظیر اب پکار "جے بلدیو!" — سب کہو ایک بار، جے بلدیو!

رنگ ہے، رُوپ ہے، جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے!

لہ گرہیں۔ گلجھٹیاں۔

نظم نمبر ۳۹

لنگوٹے اور پتنگ کی تعریف

(نرِ جلا)[1]

(۱)
یاں جن دنوں میں ہوتا ہے آنا پتنگ کا
ٹھہرے ہے ہر مکاں میں بنانا پتنگ کا
ہوتا ہے کثرتوں سے منگانا پتنگ کا
کرتا ہے شاد دل کو اُڑانا پتنگ کا
کیا کیا کہوں میں شور مچانا پتنگ کا

(۲) دو باز
اُڑنا دو باز کا ہے وہ شوخی کی دستگاہ
دیکھے تو باز جرّے کو ہو اسکی دل سے چاہ
شکرے کی باز آوے نہ اُس جا کبھی نگاہ
بحری، کُھی[2] بھی دیکھ یہ کہتی ہیں "واہ واہ"
ایسا ہے ناز و حُسن دِکھانا پتنگ کا

(۳) للیرا۔ گھائل
ہر لحظہ اس بہار سے اُڑتا ہے للیرا
بلبل سمجھ کے گل جسے ہو جاوے مبتلا
گھائل کے اُڑنے کی بھی صفت اب کہوں میں کیا
گھائل جو عشق کے ہیں یہ کہتے ہیں برملا:
"ہے دل میں خوب شوق بڑھانا پتنگ کا"

(۴) لنگوٹیا۔ چاندتارا۔ پہاڑیا
اُڑنا لنگوٹیے کا ہے ایسا کچھ ارجمند
گوشے سے جس کو دیکھنے آوے لنگوٹ بند
اور چاند تارے کی بھی چمک چاند سے دوچند
اُڑنا پہاڑیے کا بھی ہے اس قدر بلند
اُکھڑے تو پھر فلک پہ ہو پانا پتنگ کا

(۵) بگلا۔ دوپنّا۔ دھیڑ
بگلے کے اُڑنے میں بھی وہ خوبی ہے آشکار
مچھلی نگہ کی دیکھ کے ہو جس کو بیقرار
سینے کے مول کا بھی دوپنّا ہے خوش نگار
دھیڑ بھی ابلقے کو چڑاتا ہے بار بار
چنچل پن اس قدر ہے جتانا پتنگ کا

(۶) گلہریا۔ دودھاریا
اُڑنا گلہریے کا بھی میں کیا کروں بیان
دیکھیں درخت پر جسے چڑھکر گلہریاں
اور ہے دودھاریے کی بھی کچھ اور آن بان
حیراں ہو جس سے تیغِ نگاہِ پری رُخاں
تان

[1] آگرے میں پتنگ کے پیلے کو نرجلا کہتے ہیں۔ [2] کُھی بھی باز بحری کی قسم کی ایک شکاری چڑیا ہے۔

پھر کس طرح نہ دل ہو دوانا پتنگ کا

(۷) مانگ دار۔ خربوزیا۔ پیندی پان

اُڑتا ہے اِس طریق سے وہ ہے جو مانگ دار
ہوتا ہے جس پہ گوہر دل دیکھ کر نثار
خربوزیے کی کانپ کا جُھکنا یہ لال دار
اور پیندی پان کی بھی کچھ اُس طور کی بہار
گویا ہوا میں گُل ہے کِھلانا پتنگ کا

(۸) بمنا۔ دوکوینا کلسرا

بمنا بھی اپنی دیتا ہے جس وقت خوبی کھول
نکلے ہیں "واہ واہ!" کے ہر اک زباں سے بول
اور ہے دوکوینے کی بھی اک اک ادا اَمول[۵۱]
اُڑتا ہے کلسرے میں بھی شیرازیوں کا غول
جیدھر ہے نوک جھوک دکھانا پتنگ کا

(۹) چپ۔ گگری۔ چوگھڑا

چپ کے بھی وصف کرنے میں چُپکا رہوں میں کیا
شرمندہ ہو کبوترِ چپ جس سے دائما
غائب ہے گگری اُڑنے پہ گگری کا مرتبا
جو گہی پنجلیں ہوں اُڑے جبکہ چوگھڑا
اس زور سے ہوا پہ ہے جانا پتنگ کا

(۱۰) کنکوے۔ پچکے۔ ٹکل۔ جھجاؤ

اُڑتے ہیں اس ہجوم سے کنکوے پچکے
کوا پکڑنے سے گویا کوّے ہیں اُڑ رہے
چھوٹی بھی تکل ایسی کہ نخ سے فقط اُڑے
جھجاؤ ہیں منڈھاؤ[۵۲] ہیں کچھ اسقدر بڑے
لازم ہے گرکہیں انھیں نانا پتنگ کا

(۱۱) کجکلاہ۔ موڑنا

پتلی کمر کو موڑے ہیں جسوقت کج کلاہ
باہیں دراز کرتے ہیں لب جھپ سے خواہمخواہ
یہ شکل دیکھکر کوئی کہتا ہے: "واہ واہ!
اب اس طرف لڑے گی بھلا کاہے کو نگاہ
دل میں تو کھپ رہا ہے لڑانا پتنگ کا

(۱۲) پھیر پھار۔ پیچ رسنے کا سامان ہونا

لاتا ہے پھیر پھار کے تکل جو اپنی واں
کہتا ہے کوئی ان سے: "خبردار ہو میاں
اب پیچ پڑنے کو ہیں نہ دے اتنی ٹھکیاں
گھبرا کے کنّے اُس کے نہ پھنسنے دو میری جاں
اچھا نہیں ہے مفت کٹانا پتنگ کا

(۱۳) پیچ پڑنے

گر پیچ پڑ گئے تو یہ کہتے ہیں: "دیکھو
پہلے تو یوں قدم سے کے تئیں او میاں رکھو
رہ رہ اسی طرح سے نہ اب دیجے ڈھیل کو
پھر اک رگڑا دے کے ابھی اسکو کاٹ دو

۵۱ امول بے بہا ۵۲ لمبا چوڑا پتنگ

ہے گا اسی میں فتح کا پانا پتنگ کا

(۱۴) وہ کاٹا!

کٹتا ہے جو پتنگ تو پھر لوٹنے اُسے — دو دو ہزار دوڑتے ہیں چھوٹے اور بڑے
کاغذ ذرا سا ملتا ہے یا ٹکڑے کانپ کے — جب اس طرح کی سیر بھلا آن کر پڑے

پھر سوچیے تو کیا ہے ٹھکانا پتنگ کا

(۱۵) خاتمہ

اس آگرے میں یہ بھی تماشا ہے دل پذیر — ہوتے ہیں دیکھ شاد جسے خُرد اور کبیر
کیونکر نہ دل پتنگ کی ہو ڈور میں اسیر — خوباں کے دیکھنے کے لیے کیا میاں نظیر

ہے یہ بھی ایک طرفہ بہانا پتنگ کا

چوتھی فصل - کھیل تماشے

نظم نمبر ۴۰

کبوتر بازی

(۱)

ہیں اے[1] عالمِ بازی میں جو ممتاز کبوتر — اور شوق کے طائر سے ہیں انباز کبوتر
بھاتے ہیں بہت ہم کو یہ طنّاز کبوتر — مدّت سے جو سمجھیں ہمیں ہمراز کبوتر

پھر ہم سے بھلا کیونکہ رہیں باز کبوتر

(۲)

حیوان ہیں گرچہ عجب انداز کے پر ہیں — صورت میں ہیں پرپوار، تو سیرت میں بشر ہیں
آواز سے واقف ہیں، اشاروں سے خبر ہیں — پرواز میں ہمشہپر عنقائے نظر ہیں

کیا گولے ہوں اور کیا ہوں گرہ باز کبوتر

(۳)

کیا بلبل و قمری و پپیہے، پدڑی و پدڑے — چنڈول، اگن، لال، بئے، ابلقے، طوطے
کیا طوطی و مینا و بئی، تیتر و شکرے — طائر ہیں غرض بازیِ اشغال کے جتنے

[1] اس نظم میں کبوتر کے اقسام کی بڑی دقت تھی۔ اور کل اقسام کی تو تحقیق ہو گئی مگر بند چہارم کا اکرا۔ اور بند ششم کا مکھرا۔ اور بند ہفتم کا ہستر ا ٹھیک نہ معلوم ہوا ناظرین تحقیق کر لیں۔ اقسام تحقیق شدہ کے معنی بخوف تطویل نہیں لکھے گئے۔ فقط تصحیح لغت کر دی گئی ہے اور عام مقصد کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

کی غور تو ہیں سب سے سرافراز کبوتر

(۴)
ہیں بصری، اور کابلی، شیرازی، نسا ور
چوپا، چندن، و سبز، گھی، شستر و، اکر
طاؤسی و کل پوٹیے، نیلے، گلی تھیٹر
تاروں کے وہ انداز نہیں بامِ فلک پر
جو کرتے ہیں چھتری کے اُپر ناز کبوترا

(۵)
لقے ہیں ادھر اپنی کساوٹ کو دکھاتے
چپیتے ہیں اُدھر سیم بری اپنی جتاتے
ہیں جو گیے بھی رنگ کئی جوگ کے لاتے
پریوں کے پرے دیکھ کے ہیں چرخ میں آتے
جب حلقہ زناں کرتے ہیں پرواز کبوتر

(۶)
کھیرے و ٹپیت و چپ و نقشے و مکھرے
زرچے و گل آنکھ اور لل آنکھ اودے، وزردے
گچھ کابرے، تیرے، امسی، و توتئی، و پلکے
پھرتے ہیں ٹھمک چال، سناتے ہیں خوشی سے
کیا کیا وہ غٹرغوں کی خوش آواز کبوتر

طوسی

(۷)
سیمابیے، اور گھا گھرے تنبولیے، پان لال
کچھ اگرئی، اور سرمئی، اور عنبری اور خال
بھورے، لگسی تا بنڑے، بٹیرے بھی خوش احوال
پھرہاسترے، اور کاسنی، لوٹن بھی سبکبال
کھولے ہیں گرہ دل کی گرہ باز کبوتر

(۸)
دکو ہالا کر کے جدھر کے تئیں چھیپی کو ہلاویں
کچھ ہووے غرض پھر وہ اسی سمت کو جاویں
گٹی کو نہ پھڑکاویں تو پھر تہ کو نہ آویں
چھوڑ ان کو نظیر اپنا دل اب کس سے لگاویں؟
اپنے تو لڑکپن سے ہیں دمساز کبوتر

نظم نمبر ۱۸
بلبلوں کی لڑائی

ترجیع

(۱)
گل بلبلیں جو نو دس قابو میں اپنے آئیں
اُس میں سے دو پکڑ کر کشتی میں وہ بھڑائیں
یہ شور سن کے خلقت دوڑ آئی دائیں بائیں
کوئی بولا: "واہ حضرت کوئی بولا" واہ سائیں!

سو سو طرح کی دُھومیں اکدم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو، کل بُلبلیں لڑائیں

(۲)
دس میں تو دونوں کٹ کٹ لڑتی تھیں کر کے گدّا　　جب تیسری کو چھوڑا پھر تو ہوا اتگڈّا
خلقت بھی آ کے ٹوٹی چھوڑ اپنا اپنا اڈّا　　کڑکی کسی کی پسلی، ٹوٹا کسی کا ہڈّا

سو سو طرح کی دُھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو، کل بُلبلیں لڑائیں

(۳)
تھی تین کی یہ کُشتی چوتھی کو اُس میں چھوڑا　　اُس نے تو خم بجا کر تینوں کو دھر جھنجھوڑا
پھر تو یہ پھٹکا آکر اِن کُشتیوں کا کوڑا　　چھوٹا کسی کا ہاتھی، بھاگا کسی کا گھوڑا

سو سو طرح کی دُھومیں اکدم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو، کل بُلبلیں لڑائیں

(۴)
اک کنکری جو ماری پڑھ ہم نے پھر فسوں کی　　کُشتی میں گُھتری بندھ گئی اُن چاروں بُلبلوں کی
سُن سُن کے چیخیں اُن کی لڑنے میں غرغوں کی　　سب بولے "واہ حضرت اچھی یہ پڑھ کے پھونکی!"

چیں چیں

سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو، کل بلبلیں لڑائیں

ف ۱ چیں چیں

(۵)
سُن سُن و چیخیں اُن کی چڑیاں جو چوں چوں آئیں　　کوّے پکارے غاں غاں چیلیں بھی چلچلائیں
سارَ ڈھبیر، مینا، چمگادڑیں بھی آئیں　　مرغوں نے لگڑوں کوں کی کلکلیاں پھڑپھڑائیں

چوں چوں آئیں

سو سو طرح کی دُھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اس ڈھب سے ہم نے یارو، کل بُلبلیں لڑائیں

(۶)
چلّائے مور، سارس اور پھڑپھڑائے گھگو　　گِدھ اور چُغد دھاڑے اور پھڑپھڑائے اُلّو
گتے بھی بھونکے بھوں بھوں گیدڑ پکارے ہوہو　　بھڑوے گدھے بھی رینکے کر اپنی ڈھینچو ڈھینچو!

سو سو طرح کی دُھومیں اک دم میں کر دکھائیں!

ف دھاڑنا غل شور مچانا، بڑے زور سے چیخنا۔

اس ڈھب سے ہم نے یارو کل بلبلیں لڑائیں

(۷)
جب لے چلے وہاں سے ہم بلبلوں کا لشکر
سب لوگ ہنس کے بولے اُس دم دعائیں دے کر
سب میں میاں نظیر اب تم ہو بڑے قلندر
یہ کھیل آگرے میں اب ختم ہے تمھیں پر
سو سو طرح کی دھومیں اک دم میں کر دکھائیں
اِس ڈھب سے ہم نے، یارو، کل بلبلیں لڑائیں

نظم نمبر ۴۲

گلہری کا بچہ

(۱)
لیے پھرتا ہے یوں تو ہر بشر بچا گلہری کا
ہر اک اُستاد کے رہتا ہے گھر بچا گلہری کا
ولیکن ہے ہمارا اس قدر بچا گلہری کا
دکھاویں ہم کسی لڑکے کو گر بچا گلہری کا
تو دم میں لوٹ جاوے دیکھ کر بچا گلہری کا

(۲) تصویر
سُفیدی میں وہ کالی دھاریاں ایسی رہی ہیں بن
کہ جیسے گال پر لڑکوں کے چھوٹے زلف کی ناگن
کناری دار پٹا جس میں گھنگرو کر رہے چھن چھن
گلے میں ہنسلی پاؤں میں کڑے اور ناک میں لٹکن
رہا ہے سر بسر گہنے میں بھر بچا گلہری کا

(۳)
کسی سردار کے دل میں یہ آیا ایک دن یارو
کہ دیکھے گھر بلا کر عشق بازوں کے ہنر کو وہ
کہا اُس نے کہ ہاں اس ڈھب کے اُستادوں کو لاؤ
سو نوکر اُس کا سب میں ڈھونڈ ڈھونڈ چن کر لے گیا ہم کو
نہ تھا ہم پاس اُس دم کچھ مگر بچا گلہری کا

لونڈے بازوں

(۴) تصویر
وہ دیکھے تو بُری صورت بُرا احوال اور پھٹے کپڑے
بڑھے داڑھی کے بال اور زرد مُنھ آنکھوں میں آنسو سے
بندھی میلی سی پگڑی سر پہ اور ٹکڑے انگرکھے کے
وہ کپڑے گو پھٹے تھے ہم پر اپنے فن میں تھے پورے
لگا رکھتے تھے ایسے وقت پر بچا گلہری کا

(۵) تصویر
جونہیں اتنے میں ہم کو اِس بُرے احوال سے دیکھا
کہا اُس نے کہ پھنستا ہوگا اِن سے کس طرح لڑکا
نظر سے اُس کی ہم نے جب تو واں اُس بات کو تاڑا
کمر کو دیکھ ڈھونڈھی جیب پگڑی کو ٹٹول اُس جا

وہیں ہم سنے نکالا ڈھونڈھ کر بچا گلہری کا

(۶) کہیں بیٹھا تھا واں اُسکا برس بارہ کا اک لڑکا
وہ گورا گدگدا بچا پری سا، چاند کا ٹکڑا
جو ہیں اُس نے وہ بچا آہ، یارو اک نظر دیکھا
وہیں لٹو ہو کر بولا "یہی لونگا، یہی لونگا

بٹھا دو جلد میرے ہاتھ پر بچا گلہری کا"

(۷) یہ کہکر بیقراری سے وہ لڑکا شوق میں غش ہو
لگا سو منتوں سے مانگنے وہ یہ تو ہم کو دو
وہیں گھبرا کے آپہنچا جہاں ہم تھے کھڑے یارو
وہ باپ اُس کا پکارا "ہاں نکالو جلدی سے انکو

عضب جادو کا رکھتا ہے اثر بچا گلہری کا"

نظم نمبر ۴۳

ریچھ کا بچہ

(۱) کل راہ میں جاتے جو ملا ریچھ کا بچا
لے آئے وہیں ہم بھی اٹھا ریچھ کا بچا
سو نعمتیں کھا کھا کے پلا ریچھ کا بچا
جسوقت بڑا ریچھ ہوا ریچھ کا بچا

جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچا

(۲) تھا ہاتھ میں اک اپنے سوا من کا جو سونٹا
لوہے کی کڑی جسپہ کھڑکتی تھی سراپا
کاندھے پہ چڑھا جھولنا اور ہاتھ میں پیالا
بازار میں لے آئے دکھانے کو تماشا

آگے تو ہم اور پیچھے وہ تھا ریچھ کا بچا

(۳) تھا ریچھ کے نیچے پڑا وہ گہنا جو سراسر
ہاتھوں میں کڑے سونے کے بجتے تھے جھمک کر
کانوں میں دُر اور گھنگرو پڑے پاؤں کے اندر
وہ ڈور بھی ریشم کی بنائی تھی جو پُر زر

جس ڈور سے یارو تھا بندھا ریچھ کا بچا

(۴) جھمکے وہ جھمکتے تھے پڑے جس پہ کرن پھول
مقیش کی لڑیوں کی پڑی پیٹھ اوپر جھول
اور ان کے سوا کتنے بنھائے تھے جو گل پھول
یوں لوگ گرے پڑتے تھے سر پاؤں کی سُدھ بھول

گویا وہ پری تھا کہ نہ تھا ریچھ کا بچا

(۵)
اک طرف کو تھیں سیکڑوں لڑکوں کی پکاریں — اک طرف کو تھیں پیر و جوانوں کی قطاریں
کچھ ہاتھیوں کی قیقؔ اور اونٹوں کی ڈکاریں — غُل، شور، مزے، بھیڑ، ٹھٹھ، انبوہ، بہاریں

جب ہم نے کیا لا کے کھڑا ریچھ کا بچّا

(۶)
کہتا تھا کوئی ہم سے میاں آؤ قلندر — وہ کیا ہوئے اگلے جو تمہارے تھے وہ بندر؟
ہم اُن سے یہ کہتے تھے "یہ پیشہ ہے قلندر — ہاں چھوڑ دیا بابا اُنھیں جنگلے کے اندر

جس دن سے خدا نے یہ دیا ریچھ کا بچّا

(۷)
مدّت میں اب اس بچّے کو ہم نے ہے سدھایا — لڑنے کے سوا ناچ بھی اس کو ہے سکھایا"
یہ کہہ کے جو ڈھپلی[1] کے تئیں گت پہ بجایا — اس ڈھب سے اُسے چوک کے جمگھٹ میں نچایا

جو سب کی نگاہوں میں کھُبا ریچھ کا بچّا

(۸)
پھر ناچ کے وہ راگ بھی گایا تو وہاں واہ! — پھر کھروا نا چا تو ہر اک بولی زباں "واہ!"
ہر چار طرف سیتی کہیں پیر و جواں "واہ!" — سب ہنس کے یہ کہتے تھے "میاں آہ میاں واہ!

کیا تم نے دیا خوب نچا ریچھ کا بچّا!"

(۹)
اس ریچھ کے بچّے میں تھا اس ناچ کا ایجاد — کرتا تھا کوئی قدرتِ خالق کے تئیں یاد
ہر کوئی یہ کہتا تھا "خدا تم کو رکھے شاد" — اور کوئی یہ کہتا تھا "ارے واہ رے اُستاد!

تو بھی جیے، اور تیرا سدا ریچھ کا بچّا!"

(۱۰)
جب ہم نے اُٹھا ہاتھ کڑوں کو جو ہلایا — خم ٹھوک پہلواں کی طرح سامنے آیا
لپٹا تو یہ کشتی کا ہنر آن دکھایا — جو چھوٹے بڑے جتنے تھے اُن سب کو رِجھایا

ہم بھی نہ تھکے اور نہ تھکا ریچھ کا بچّا

(۱۱)
جب کشتی کی ٹھہری تو وہیں سر کو جو جھاڑا — للکارتے ہی اُس نے ہمیں آن لتاڑا
گہ ہم نے پچھاڑا اُسے گہ اُس نے پچھاڑا — اک ڈیڑھ پہر ہو گیا کشتی کا اکھاڑا

گر ہم بھی نہ ہارے نہ ہٹا ریچھ کا بچّا

[1] ڈھپلی ڈفلی کا عامیانہ لہجہ

(۱۲) یہ داؤ، ہیں، بچوں میں جو کشتی میں ہوئی دیر
سب نقد ہوئے آکے سوا لاکھ روپے ڈھیر
یوں پڑتے روپے پیسے کہ آندھی میں گویا بیر
جو کہتا تھا ہر ایک سے اس طرح سے منہ پھیر

"یارو تو لڑا دیکھو ذرا ریچھ کا بچّا"

(۱۳) کہتا تھا کھڑا کوئی جو کر آہ "اہا ہا!"
یہ سحر کیا تم نے تو ناگاہ اہا ہا!
اس کے تمھیں اُستاد ہو واللہ، اہا ہا!
کیا کہیے غرض آخرش ای واہ اہا ہا!

"ایسا تو نہ دیکھا، نہ سنا ریچھ کا بچّا"

(۱۴) جس دن سے نظیر اپنے تو دلشاد یہی ہیں
سب کہتے ہیں "وہ صاحبِ ایجاد یہی ہیں"
جاتے ہیں جدھر کو اُدھر ارشاد یہی ہیں
کیا دیکھتے ہو تم کھڑے اُستاد یہی ہیں

"کل چوک میں تھا جنکا لڑا ریچھ کا بچّا"

نظم نمبر ۴۴

اژدہے کا بچّا

(۱) بیچے ہے کوئی تو کوئی بلبل بئے، کا بچّا
مینا، بیا، لٹورا، اور اُبلقے کا بچّا
اور بیچتا ہے کوئی طوطے ہرے کا بچّا
تیتر، بٹیر، سارس، شکرے لوے کا بچّا

سب بیچتے ہیں آکر چیتے کھرے[1] کا بچّا
ہم بیچتے ہیں یارو، لو اژدہے کا بچّا

(۲) کھاتے تھے ہم تو اس سے آگے پلاؤ قلیا
پھرتے ہیں سر پہ رکھکر چالیس من کی ڈلیا
یارو کھی سوکھی روٹی یا باجرے کا دَلیا
اب کوئی آگرے میں ایسا نہیں ہے بلیا[2]

سب بیچتے ہیں آکر چیتے کھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں یارو لو اژدہے کا بچّا

(۳) جب بیچتے تھے یارو ہم اژدہا پرانا
سو سو طرح کا جب تو آتا تھا ہم کو کھانا

(حاشیہ: کھرے)

[1] کھرایا خرا خرگوش کو کہتے ہیں [2] بلیا بلی کی تصغیر ہے یعنی زور آور قوی بازو۔ زبردست۔ امیر۔ مال دار۔ تونگر۔

اب گاہکی جو کم ہے تو ہے یہ دل میں ٹھانا
اک بچّا روز لانا اور روز بیچ کھانا

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچّا

(۴) گاہک نہ کوئی بولا۔ ہے یہ بُرا زمانا
اب بھی بکا تو بہتر نہیں پھر پڑیگا لانا
آج اس کو سر پہ رکھکر سب شہر ہم نے چھانا
ہے اس سے ہی ہماری نت روٹی کا ٹھکانا

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچّا

(۵) ہے ڈر ہم اس کو رکھیں یا پھیر کر لیجاویں
کچھ بن نہیں ہے آتا یہ دُکھ کسے سُناویں؟
تو کیا ہم آپ کھاویں، اور کیا اسے کھلاویں؟
جی چاہتا ہے اب تو یہ شہر چھوڑ جاویں

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچّا

(۶) سو من گیہوں کا ہر دن کھانے کو کھاں[۱] سے آوے
اور سو پکھال پانی کب تک کوئی پلاوے
جب رات ہو تو ہر دم یہ خوف جی میں آوے
شاید اسے چرا کر کوئی چور لے نہ جاوے

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچّا

(۷) روزی کے اب تو ایسے گھر گھر میں ہیں کسالے[۲]
جب تنگ ہووے روزی کون اژدہے کو پالے
ہاتھی و گھوڑے اپنے دیتے ہیں لوگ ڈھالے[۳]
اس کی بھی اور ہماری یارو خبر خدا لے

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچّا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچّا

۱؎ کہاں بلہجہ عوام ۲؎ دقتیں ۳؎ ڈھالنا لٹانا۔ ارزاں بیچنا۔ مفت سے پلے باندھنا۔ سر ہو کر دینا۔ استاد تلمیذ میر سے دیوان جو دیکھے دو دل نیچے ڈالتے ہیں + لو کوڑیوں کے مولوں یہ مال ڈھالتے ہیں۔

(۸)
لو دس ہزار تک تو چھوٹے اسے ندیں گے
ستر ہزار تک بھی سودا نہیں کریں گے
اتنے روپے تو اس کے اک پر کے ہم نہ لیں گے
اسی ہزار دیگا تو ہم بھی دے چکیں گے

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچا

(۹)
سب اُٹھ گئے جہاں سے وہ تھے جو لوگ جبیا[۱]
اس بات کو تو عمدہ ہو بھوگ[۲] کا بلسیا
وہ رہ گئے ہیں جن کے گھر میں نہیں ہے ہنیا
جو اژدہے کو پالے ایسا ہے کون رسیا[۳]

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچا

(۱۰)
آگے تو گھر بہ گھر تھے اکثر تمام داتا
اپنے تو کوئی ہرگز آیا نہ کام داتا
سیمرغ پالتے تھے کرنے کو نام داتا
سچ ہے نظیرؔ آخر "ا جگر کے رام داتا"[۴]

سب بیچتے ہیں اگر چیتے، گھرے کا بچا
ہم بیچتے ہیں، یارو، لو اژدہے کا بچا

نظم نمبر ۵۸

بیا

(۱)
اب ہاتھ پر مرے جو نمودار ہے بیا
خوباں کے دیکھنے کا طلب گار ہے بیا
زردی میں اپنے رنگ کی زردار ہے بیا
عاشق دلوں کی گرمیِ بازار ہے بیا

جتنے بئے ہیں، سب میں یہ سردار ہے بیا

(۲)
جس دن سے میرے ہاتھ یہ عیار ہے لگا
کوڑی کبھی اُٹھا، کبھی مہندی اُتار لا
کیا کیا پری رخوں کی بہاریں ہیں دی دکھا
پٹی سے اُس کی یارو یہ ڈورا نہیں بندھا

[۱] جبیا جس والے، خوش نصیب۔ صاحب خیر و برکت۔ صاحب شہرت و نام [۲] بھوگ کے معنی ہیں حظ کے اور بلسنا تمتع اُٹھانا۔ بھوگ کا بلسیا حظوظ و لذائذ دنیاوی سے پورا پورا تمتع اُٹھانے والا [۳] رسیا مزوں میں دن رات پڑا رہنے والا آدمی شوقین آدمی [۴] حشرات الارض کا رزاق خدا ہے۔ یہ ایک مشہور مثل ہے۔

لڑکوں کی الفتوں میں گرفتار ہے بیا

(۳)
کرنے کو دید جب سے لیا ہے یہ ہم نے مول
چھلا انگوٹھی لاتا ہے ہر دم گرہ سے کھول
پھرتے ہیں ساتھ تب سے کئی دلبروں کے غول
پانی کنوئیں سے کھینچے ہے کر یہ ستوں کے ڈول
ایسا ہنر میں اپنے نمودار ہے بیا

(۴)
گر یہ تماشے پر کبھی اپنے اتر پڑے
پر مجھ کو یہ یقیں ہے اگر ٹک نظر پڑے
لڑکے امیروں کے پھریں ادھر ادھر پڑے
ہاتھی سے بادشہ کا بھی لڑکا اتر پڑے
ایسا ہمارے پاس یہ طیار ہے بیا

(۵)
آگے ہمارے پاس تھا بچا گلہری کا
ان کو تو ہائے چور کوئی لے گیا چرا!
طوطا، بنیٹی، اور تھا بگلا سدھا ہوا
اب اس کا ہے ہمارے تئیں، یارو، آسرا
اس بیکسی میں اب تو مددگار ہے بیا

(۶)
گر یہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو آسماں
اس درد و غم میں حق کے سوا اب تو اس مکاں
پوچھے تھا کون ہم سے غریبوں کی بات یاں
اپنا نہ کوئی دوست، نہ مشفق نہ مہرباں
گر ہے تو اب جہاں میں یہی یار ہے بیا

(۷)
لڑکا جو کوئی شوخ ہٹیلا ہو اچپلا
یارو یہ وہ بیا ہے دیا جس گھڑی دکھا
پھنستا نہ ہو کسی سے کسی جال میں جو آ
بس دیکھتے ہی آن میں لٹو ہو آ ملا
کافر یہ اس طرح کا جھک دار ہے بیا

(۸)
کرتا ہے آکے بندی و ٹیکی پہ جب یہ چوٹ
بوڑھوں کا دل تماشے میں ہوتا ہے جس کے لوٹ
بالوں کی لٹ دکھاؤ تو لاوے وہیں کھسوٹ
لڑکا تو ایک دم میں ہو بس دیکھ لوٹ پوٹ
یہ تو کہیں کا زور طرح دار ہے بیا

(۹)
جب مانگتا ہے مجھ سے بہت ہو کے بے قرار
یہ کیا بیا ہے اس کو نہ لو پیارے زینہار
کہتا ہوں اس سے جب تو میں: ای شوخ گل عذار
گر ساتھ میرے آؤ تو دکھلاؤں تم کو یار

اس سے بھی اور ایک مزے دار ہے بیا"

(۱۰)
اس دم کے بیچ جب وہ پری زاد لگ چلا
پھر وہ نہیں کوڑیوں[له] کا دیا جھاڑ اُسے دکھا
بوسے بھی خوب لے لیے مطلب بھی کر لیا
اور یوں کہا کہ "جان نہ تم ماننا برا
میری خطا نہیں یہ گنہگار ہے بیا"

(۱۱)
یہ سُن کے مجھ سے کہتا ہے جب ہو کے وہ خفا
"لو اب بیا تو دو مجھے، ہونا تھا سو ہوا
تب ہاتھ جوڑ اُس کو یہ دیتا ہوں میں سُنا:
تم کو تو ایسے لاکھ ملیں گے لیے دل ربا
مجھ کو تو ملنا پھر کہیں دشوار ہے بیا"

(۱۲)
ایسے بیے تو لاکھوں کروں تم پہ میں نثار
لے جا کے اس کو تم کہیں ڈالو گے مفت مار
اور مجھ غریب کا تو اسی پہ ہے روزگار
ہر دم اسی کا اس سے ہی چلتا ہے کار و بار
سچ پوچھیے تو میرا یہ بیوپار ہے بیا"

(۱۳)
ایسا بیا ہے اب تو سنو اور دل پذیر
لڑتے جہاں تلک ہیں پری زاد بے نظیر
کیا شوخ، کیا شریر، غریب اور کیا امیر
سب منتوں سے کہتے ہیں آ کر "میاں نظیر
اک دو گھڑی تو ہم کو یہ در کار ہے بیا" (زکو)

پانچویں فصل حبّ الوطن

نظم نمبر ۴۶
تاج گنج کا روضہ

(۱)
یارو جو تاج گنج یہاں آشکار ہے
مشہور اس کا نام یہ شہر و دیار ہے
خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے
روضہ جو اس مکان میں دریا کنار ہے
نقشے میں اپنے یہ بھی عجب خوش نگار ہے

(۲)
روئے زمیں پہ یوں تو مکاں خوب ہیں یہاں
پر اس مکاں کی خوبیاں کیا کیا کروں بیاں؟

له کوڑیوں کا جھاڑ، کسی ناگفتہ بہ شے سے کنایہ ہے۔

سنگِ سفید سے جو بنا ہی قمر نشاں　　ایسا چمک رہا ہی تجلی سے یہ مکاں

جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہی

(۳) گنبد ہی اسکا زور بلندی سے بہرہ مند　　گرد اُس کے گمرزیاں بھی چمکتی ہوئی ہیں چند
اور وہ کلس جو ہی سرِ گنبد سے سربلند　　ایسا ہلال اُس میں سُنہرا ہی دلپسند

ہر ماہ جس کے خم پہ مہِ نو نثار ہی

(۴) گنبد کے نیچے اور مکاں ہیں جو آس پاس　　وہ بھی برنگِ سیم چمکتے ہیں خوش اساس
برسوں تک اُس میں رہیے تو ہووے نہ جی اُداس　　آتی ہی ہر طرف سے گُل یاسمن کی باس

ہوتا ہی شاد اُس میں جو کرتا گذار ہے

(۵) ہیں بیچ میں مکاں کے وہ دو مرقدیں جو یاں　　گرد اُن کے جالی اور مُحجّر ہی در فشاں
سنگیں گل جو اس میں بنائے ہیں تہ نشاں　　پتی کلی سہاگ رگ و رنگ ہی عیاں

جو نقش اس میں ہی وہ جواہر نگار ہی

(۶) دیواروں پر ہیں سنگ میں نازک عجب نگار　　آئینے بھی لگے ہیں مجلّی ہوتا بدار
دروازے پر لکھا خطِ طغرا ہی طرفہ کار　　ہر گوشے پر کھڑے ہیں جو مینار اُسکے چار

چاروں سے طرفہ اوج کی خوبی دوچار ہی

(۷) پہلو میں ایک بُرج بسی کہتے ہیں اُسے　　آتے نظر ہیں اُس سے مکاں دور دور کے
مسجد ہی ایسی جسکی صفت کس سے ہو سکے　　پھر اور بھی مکاں ہیں اِدھر اور اُدھر کھڑے

دروازۂ کلاں بھی بلند استوار ہی

(۸) جو صحن باغ کا ہی وہ ایسا ہی دل کشا　　آتی ہی جس میں گلشنِ فردوس کی ہوا
ہر سو نسیم چلتی ہی، اور ہر طرف ہوا　　ہلتی ہیں ڈالیاں سبھی، ہر گل ہی جھولتا

جھومتا

کیا کیا روش پہ ہجُوم بہار ہی

(۹) سرو سہی کھڑے ہیں، قرینے سے نسترن　　کوکو کرے ہیں قمریاں ہو کر شکر شکن

را بیلُ سیوتی سے بھرے ہیں چمن چمن
گلنار لالۂ و گلُ و نسرین و نسترن
فوّارے چُھٹ رہے ہیں، رواں جو بیا رہی

(۱۰)
وہ تاج دار شاہ جہاں صاحبِ سریر
جو دیکھتا ہی اُس کے یہ ہوتا ہی دل پذیر
بنوایا ہی اُنھوں نے لگا سیم، و زر کثیر
تعریف اس مکان کی میں کیا کیا کروں نظیرؔ
اس کی صفت تو شہرۂ روزگار رہی

نظم نمبر ۴۷

شہر اکبر آباد

(۱)
شہرِ مکاں میں اب جو ملا ہی مجھے مکاں
دیکھی ہیں آگرے میں بہت ہم نے خوبیاں
کیوں کر نہ اپنے شہر کی خوبی کروں بیاں
ہر وقت اس میں شادر ہیں جہاں تہاں
رکھیو الٰہی اس کو تو آباد جاودواں

(۲)
ہر صبح اسکی رکھتی ہی وہ نور گستری
ہر شام بھی وہ مُشکِ ملاحت سے ہی بھری
شرمندہ جس کو دیکھ کے ہو عارضِ پری
لیلیٰ کی حد کر نہ سکے جس کی ہم سری
دن روئے مہر طلعت، و شب زُلف مہو شاں

(۳)
باغات پُر بہار، عمارات پُر نگار
محبوب دل فریب، گُل اندام و گلعذار
بازار وہ کہ جس پہ چمن دل سے ہو نثار
گلیاں کہیں ہیں آپ کو گلزار پُر بہار
کوچے کہیں ہیں اپنے تئیں صحن گلستاں

(۴)
آب و ہوا کے لطف کوئی کیا کیا اب کہے؟
ایدھر کو قہقہے ہیں، تو اودھر کو چہچہے
دیکھو جدھر، اُدھر گل عشرت ہیں کھل رہے
اشجار باغ و شہر وہ سر سبز لہلہے
سبزی کو جن کی دیکھ کے حیراں ہو آسماں

(۵)
ہر فصل میں وہ ہوتے ہیں پاکیزہ میوجات
شہد اُنپہ آٹھ پہر لگائے رہے ہی گھات
دیکھے تو پھر نبات سے کچھ آوے بن نہ بات
قند و شکر بھی دل سے فدا ہوں دن اور رات

رہتے ہیں اُن کے وصف میں ہر دم شکر فشاں

(۶) جمنا
بحر چمن کو دیکھو تو جیسے چمن کی نہر
کوئی نہاوے، اور کوئی مُنھ دھووے شاد بہر
لاکھوں بہاریں رکھتی ہو ایک ایک جس کی لہر
اُس پر ہجوم رکھتے ہیں یوں ساکنانِ شہر
تمثالِ سَرو ہوتے ہیں جوں نہر پر عیاں

(۷) تیراکی
گریاں کے پیرنے کا کروں وصف میں رقم
پیرے ہیں اس روش کی بہاروں سے ہو بہم
تو بحرِ صفحہ بیچ سگے پیرنے قلم
سو سو چمن بھرے ہوے شبنم کے دم بدم
آجاتے ہیں نظر وہیں دریا کے درمیاں

(۸)
اہلِ شنا جو کرتے ہیں سو سو طرح شنا
ملتا نہیں کنار کچھ عشرت کے بحر کا
لہریں نشاط و عیش کی اُٹھتی ہیں دل میں آ
ساحل پہ جوش خلق سے ملتی نہیں، ہر جا
ہوتا ہو وہ ہجوم بھی اک بحرِ بیکراں

(۹) اژدہام
یارو عجب طرح کا یہ چُھپ ہو مقام
ہر طور دل رہے ہو خوش اور طبع شاد کام
ہوتے ہیں ایسے گتنے ہی خوبی کے اژدحام
میری نظیرؔ دل سے یہی ہو دعا مدام
بستا رہے یہ شہر بصد امن اور اماں

نظم نمبر ۴۹
شہر آشوب

(۱) کاروبار بند
ہو اب تو کچھ سخن کا مرے اختیار بند
دریا سخن کی فکر کا ہے موجدار بند
رہتی ہو طبع سوچ میں لیل و نہار بند
ہو کس طرح نہ مُنھ میں زباں بار بار بند؟
جب آگرے کی خلق کا ہو روزگار بند

(۲)
بے روزگاری نے یہ دکھائی ہو مفلسی
دیوار و در کے بیچ سمائی ہے مُفلسی
کوٹھے کی چھت نہیں ہو یہ چھائی ہو مُفلسی
ہر گھر میں اس طرح سے بھر آئی ہو مُفلسی
پانی کا ٹوٹ جاوے ہی جوں ایک بار بند

(۳)
کڑیاں جو سال کی تھیں بکیں وہ تو اگلے سال   لاچار قرض و دام سے چھپّر لیے ہیں ڈال
پھوس اور ٹھٹھیرے اُس کے ہیں جوں سر کے بکھرے بال   اس بکھرے پھوس سے ہی یہ ان چھپّروں کا حال
گویا کہ اُن کے بھول سے گئے ہیں چمار بند

(۴)
دنیا میں اب قدیم سے ہی زر کا بند و بست   اور بے زری میں گھر کا نہ باہر کا بند و بست
آقا کا انتظام نہ نوکر کا بند و بست   مُفلس جو مفلسی میں کرے گھر کا بند و بست
مکڑی کے تار کا ہی وہ نا استوار بند

(۵)
کپڑا نہ گٹھری بیچ، نہ تھیلی میں زر رہا   خطرہ نہ چور کا نہ اُچکّے کا ڈر رہا
رہنے کو بن کواڑ کا پھوٹا کھنڈر رہا   کھنکھار جا گنے کا نہ مُطلق اثر رہا
آنے سے بھی جو ہو گئے چور و چکار بند

(۶)
اب آگرے میں جتنے ہیں سب لوگ ہیں تباہ   آتا نظر کسی کا نہیں ایک دم نباہ
مانگو عزیزو، ایسے بُرے وقت سے پناہ   وہ لوگ ایک کوڑی کے محتاج اب ہیں، آہ!
کسب و ہُنر کے یاد ہیں جن کو ہزار بند

(۷)
صرّاف، بنیے، جوہری، اور سیٹھ، ساہوکار   دیتے تھے سب کو نقد، سو کھاتے ہیں اب اُدھار
بازار میں اُڑے ہے پڑی خاک بے شمار   بیٹھے ہیں یوں دُکانوں میں اپنے دُکاندار
جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی، قطار بند

(۸)
سوداگروں کو سود، نہ بیوپاری کو فلاح   بزّاز کو ہے نفع نہ پنساری کو فلاح
دلاّل کو ہے بافت، نہ بازاری کو فلاح   ڈُکھیا کو فائدہ، نہ پنہاری کو فلاح
یاں تک ہُوا ہے اُن سے لوگوں کا کار بند

(۹) لوہار سُنار
مارتے ہیں ہاتھ ہاتھ پہ سب یاں کے دستکار   اور جتنے پیشہ دار ہیں روتے ہیں زار زار
کوٹے ہے تن لُہار، تو پیٹے ہے سر سُنار   کُچھ ایک دو کے کام کا رونا نہیں ہے یار
چھتّیس پیشے والوں کا ہے کاروبار بند

حاشیہ: تاپنے — ماریں

لہ سال ایک لکڑی کا نام ہے جس کے شہتیر عمدہ ہوتے ہیں اُس کو سا کو بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) پٹکیا۔ علاقہ بند۔ بٹیا۔ تارکش

زر کے بھی جتنے کام تھے وہ سب دبک گئے
زردار اُٹھ گئے تو پٹیے[۱] سرک گئے
اور ریشمی قوام بھی یک سر چٹک گئے
چلنے سے کام تارکشوں کے بھی تھک گئے
کیا بال کستلی کھنچیں جو ہو جائے تار بند

ف پتلے

(۱۱) بساطی۔ نان بائی۔ بھڑبھونجے۔ دھنیے۔ جلاہے۔ ازاربند بننے والے

بیٹھے بساطی راہ میں تنکے سے چنتے ہیں
دھنیے بھی ہاتھ ملتے ہیں اور سر کو دھنتے ہیں
جلتے ہیں نان بائی تو بھڑبھونجے بھنتے ہیں
روتے ہیں وہ جو مشروع و دارائی بنتے ہیں
اور وہ تو مر گئے جو بنیں تھے ازاربند

(۱۲) کاغذی

گر کاغذی کے حال کے کاغذ کو دیکھیے
ردی قلم دکان میں، نہ ٹکڑے ہیں ٹاٹ کے
مطلق اُسے خبر نہیں کاغذ کے بھاؤ سے
یاں تک کہ اپنی چٹھی کے لکھنے کے واسطے
کاغذ کا مانگتا ہے ہر اک سے اُدھار بند

ف ردی

(۱۳) بیوپاری۔ ملاح

لوٹیں ہیں گرد پیش جو قزاق راہ مار
کوتوال روویں، خاک اُڑاتے ہیں چوکیدار
بیوپاری آتے جاتے نہیں ڈر سے زینہار
ملاحوں کا بھی کام نہیں چلتا، میرے یار
ناویں ہیں گھاٹ گھاٹ کی سب وار پار بند

(۱۴) کمان گر۔ صحاف۔ میناساز۔ مصور۔ نقاش

ہر دم کمانگروں کے اُپر پیچ و تاب ہیں
مرتے ہیں میناساز، مصور کباب ہیں
صحاف اپنے حال میں غم کی کتاب ہیں
نقاش اُن سبھوں سے زیادہ خراب ہیں
رنگ و قلم کے ہو گئے نقش و نگار بند

ف شبیہ ساز

(۱۵) مالی

بیچیں تھے وہ جو گوندھ کے پھولوں کی بدھی ہار
جب آدھی رات تک نہ بکی جنس آبدار
مُرجھا رہی ہے دل کی کلی جی ہے داغدار
لاچار پھر وہ لوگ رہی اپنی زمیں پہ مار
جاتے ہیں گھر دکاں کو آخر وہ ہار بند

(۱۶) حجام

حجام پر بھی یاں تئیں ہے مفلسی کا زور
کانپے ہے سر بھگوتے ہوئے اُسکی پور پور
پیسا کہاں، جو سان پہ ہو اُستروں کا شور
کیا بات ایک بال کٹے، یا تراشے کور

[۱] ایک سرخ رنگ کا ریشمی کپڑا۔